

Globethics Repository

The logo for Globethics, featuring the word "Globethics" in white, sans-serif font centered within a solid blue rectangular background.

Zibhun Azim: Zibh Ismail Alaihis salam

This page was generated automatically upon download from the Globethics Repository. More information on Globethics see <https://www.globethics.net>. Data and content policy of Globethics Repository see <https://repository.globethics.net/pages/policy>.

Item Type	Book
Authors	Al-Qodiri, Muhammad Thohir
Publisher	Manshurat Minhaj al-Quran
Rights	With permission of the license/copyright holder
Download date	2026-07-03 13:44:10
Link to Item	http://hdl.handle.net/20.500.12424/186624

ذبح عظیم
 ذبح اسماعیل علیہ السلام سے
 ذبح حسین رضی اللہ عنہ تک

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری

فہرست

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۱۱	پیش لفظ	
۱۳	باب ۱: ذبح اسماعیل علیہ السلام	
۱۵	بارگاہ خداوندی سے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا حکم	
۱۷	پیکر تسلیم و رضا	
۱۸	حیات اسماعیل علیہ السلام کو تحفظ کیوں دیا گیا؟	
۱۹	تعمیر کعبہ سے کائنات کی امامت تک	
۲۵	پہتر کی عظمت	
۲۷	دعائے خلیل کی قبولیت	
۳۰	ذبح عظیم کا مفہوم	
۳۰	ذبح اسماعیل اور شہادت امام حسین رضی اللہ عنہما کا باہمی تعلق	
۳۱	ذبح عظیم کے لئے نواسہ رسول کا انتخاب کیوں؟	
۳۲	اگر حضور ﷺ کا کوئی جوان بیٹا ہوتا؟	
۳۵	حضور ﷺ کے صاحبزادگان کی بچپن میں وفات کی حکمت	
۳۹	باب ۲: فیض نبوت و ولایت کی بقاء کا الوہی نظام	
۴۱	حضرت علی اور حضرت سیدہ فاطمہؓ کی شادی کا آسمانی فیصلہ	
۴۳	فصل اول: فضائل مولائے کائنات رضی اللہ عنہ	
۴۵	حضرت علی کی صلب سے نبی کی ذریت	
۴۶	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قائم مقام	
۵۰	منافق کی نشانی	
۵۳	علی مجھ سے اور میں علی سے ہوں	
۵۴	علی شہر علم و حکمت کا دروازہ	
۵۵	علی کا ذکر عبادت ہے	
۵۷	چہرہ علی کو دیکھنا بھی عبادت	
۵۸	حضرت علی مولائے کائنات	
۶۱	اصحاب بدر کی گواہی	
۶۵	بغض علی بغض خدا	
۶۶	دونوں جہانوں کے سید	

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۶۷	غوثیت سے قطبیت تک وسیلہ جلیلہ	
۶۸	اطاعت علی اطاعت خدا کی ضمانت	
۶۹	قرآن اور علی	
۷۰	قرابت داران رسول ہاشمی	
۷۱	رسول اور علی ایک ہی درخت ہے	
۷۲	فرشتوں کی نصرت	
۷۳	جلال نبوی کے وقت گفتگو کا پارا	
۷۴	علی کی خاطر سورج کا پلٹنا	
۷۴	علی کی قوت فیصلہ دعائے رسول کا ثمر	
۷۵	جنت علی کا منتظر	
۷۶	جنت میں داخل ہونے والا ہر اول دستہ	
۷۶	متبعین کے ہمراہ مومن کوثر پر خوشنما چہروں کے ساتھ حاضری	
۷۷	محبت علی میں افراط و تفریط کرنے والے گمراہ	
۷۹	فصل دوم: مناقب فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا	
۸۱	رسول کو محبوب ترین ہستی	
۸۲	شیعہ سنی فسادات کی حقیقت	
۸۴	خاتون جنت	
۸۵	رضا فاطمہ کی رضائے نبی ﷺ ہے	
۸۶	حشر میں فاطمہ بنت رسول ﷺ کی آمد	
۸۷	ناراضی فاطمہ ناراضی خدا	
۸۷	حضور ﷺ کے بعد کائنات میں افضل ترین	
۸۹	بیٹی! میرے ماں باپ تجھ پر قربان	
۹۰	غلام بنو اکا سلام	
۹۳	باب ۳: ذبح عظیم کی تکمیل	
۹۷	فصل اول: مناقب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ	
۹۹	حسین رضی اللہ عنہما جنت کے جوانوں کے سردار	
۹۹	حسین کی محبت محبت رسول ہے	

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۱۰۰	باری تعالیٰ حسین کریمین سے تو بھی محبت کر	
۱۰۰	دوش پیسبر <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> پر سواری	
۱۰۲	حالت نماز میں پشت اقدس کے سوار	
۱۰۳	جن کے لئے سجدہ طویل کر دیا گیا	
۱۰۴	حضور نبی اکرم <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کے جسم اطہر سے مشابہت	
۱۰۵	حسین کی محبت اللہ کی محبت	
۱۰۷	عالم بیداری میں شہادت حسینؑ کی خبر	
۱۰۹	ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت	
۱۰۹	سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت	
۱۱۰	حضور <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کی چشمان مقدس میں آنسو	
۱۱۰	۶۱ ہجری کے اختتام کی نشاندہی	
۱۱۱	حضرت ابو ہریرہ کی دعا	
۱۱۲	مقتل حسین رضی اللہ عنہ	
۱۱۳	جس دن یہ مٹی سرخ ہو جائے گی	
۱۱۵	فصل دوم: خاندان رسول <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کے لہو سے تحریر ہونے والی داستان حریت و ایثار	
۱۱۷	۱۰ محرم کو حضور <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کا اضطراب	
۱۱۸	شب عاشوراء عبادت کی رات	
۱۱۹	حسین کے اصحاب و فادار	
۱۲۰	یوم عاشوراء	
۱۲۱	حر کی توبہ	
۱۲۲	انفرادی جنگ کا آغاز	
۱۲۳	خاندان رسول کی جانثاری	
۱۲۵	علی اکبر کے بعد قاسم بھی شہید ہو گئے	
۱۲۶	معصوم علی اصغر کی شہادت	
۱۲۸	غیرت حسین کی منافی روایت کا تجزیہ	
۱۲۹	مقتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے	

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۱۳۳	ذبحِ عظیم	
۱۳۴	شہادتِ حسین پر آسمان کا نوحہ	
۱۳۷	شامِ غریباں	
۱۳۸	عیسائی راہب کا اظہارِ عقیدت	
۱۳۹	ایک قاتل کی بیوی کی گواہی	
۱۳۹	دربارِ یزید میں	
۱۴۰	ابن زیاد کا انجام	
۱۴۱	شعور کر بلا سے پیغامِ کربلا تک	

باب 1

ذخ اسماعیل علیہ السلام

پیش لفظ

تمام تر اختیارات کو اپنی ذات میں مرکز کر کے خدا بننے کا جنون تاریخ انسانی کے ہر دور اور ہر عہد میں مسند اقتدار پر براجمان مطلق العنان بادشاہوں کے ذہنوں میں فتور برپا کرتا رہا ہے۔ انسانی کھوپڑیوں کے مینار تعمیر کر کے اپنی انا کو تسکین دینے کے اس شیطانی عمل نے اس کرۂ ارضی پر شاداب موسموں کی چاندنی بکھرنے کی بجائے تاریخ کے اوراق پر جبر و استبداد کی ان گنت داستانیں رقم کی ہیں۔ یہ جنون آج کی نام نہاد مہذب اور جمہوری دنیا میں ظلم، بربریت، درندگی اور وحشت کی انتہاؤں کو چھوتے ہوئے نہ صرف زندہ ہے بلکہ پوری قوت اور شدت کے ساتھ متحرک بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی تمام تر روشن خیالی، سائنسی اور فنی ارتقاء کے باوجود انسانی معاشرے حیوانی معاشروں کے قریب تر ہو رہے ہیں، جنگل کا قانون آج بھی کسی نہ کسی صورت میں اولاد آدم پر مسلط ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ اب یہ کار مذمت، خوشنما اور دلفریب عنوانات کے تحت جاری ہے۔ اب توسیع پسندی کے پیمانے بدل گئے ہیں، اب جسمانی غلامی کی جگہ سیاسی اور معاشی غلامی کے نئے نئے انداز متعارف ہو رہے ہیں۔ ریاستی دہشت گردی نے ہر چیز کو اپنی پلیٹ میں لے رکھا ہے، آتش نمرود سے میدان کر بلا میں خاندان رسول ﷺ کے خیموں کو آگ لگائے جانے تک ریاستی دہشت گردی کی ان گنت مثالیں بکھری ہوئی ہیں، ریاستی دہشت گردی جسے عموماً قانونی اور آئینی تحفظ بھی فراہم کیا جاتا ہے ہمارے پورے عہد کی پہچان بن گئی ہے کہنے کو تو نسلی تعصبات کا خاتمہ ہو چکا ہے لیکن مغرب سمیت امریکہ جیسے نام نہاد مہذب اور جمہوری معاشروں میں گورے اور کالے کے خون میں عملاً آج بھی تمیز روا رکھی جاتی ہے۔

تاریخ عالم شاہد عادل ہے کہ حاکم اور محکوم طبقات کے درمیان صدیوں پر محیط سیاسی اور طبقاتی کشمکش دراصل انسان کے بنیادی حقوق کی پامالی کا نتیجہ ہے اور یہ کشمکش اس وقت تک جاری رہے گی جب تک دنیا ابن آدم کو قانون اور حقوق دینے والے پیغمبر امن حضرت محمد ﷺ کی دہلیز سے اپنی غلامی کا رشتہ استوار کر کے انفق عالم پر دائمی امن کی بشارتوں کے نزول کو یقینی نہیں بناتی۔

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آتش نمرود میں بے خطر کود کر کلمہ حق کہنے کی جس پیغمبرانہ روایت کو آگے بڑھایا تھا وہ عظیم روایت ذبح اسماعیل سے ذبح حسینؑ تک تسلیم و رضا اور ایثار و قربانی کی ان کائناتی سچائیوں کی امین ہے جن کے بغیر تہذیب انسانی کے اجتماعی رویوں کی ہر تفہیم اور توجیہ بے معنی اور غیر موثر ہو کر رہ جاتی ہے تاریخ اسلام حریت فکر کے امین انہی لمحات جاوداں کی عینی شاہد ہے، اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستان حرم
نہایت اس کی حسینؑ ابتدا ہے اسماعیل

اس ابدی حقیقت کی ترجمانی پر مبنی اقبال کا یہ شعر ہمیشہ سے اہل علم و نظر کو متوجہ کرتا رہا، ضرورت اس بات کی تھی کہ حکیم الامت کے ان جذبات کو باقاعدہ علمی اور تحقیقی قالب میں ڈھالا جاتا سواں سعادت کے لئے قدرت نے مفکر اسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی زبان حقیقت ترجمان کا انتخاب کیا۔ چنانچہ یہ کتاب آپ کے مختلف مواقع پر کئے گئے خطبات کا مجموعہ ہے جن میں محترم محمد تاج الدین ہاشمی صاحب نے بعض ضروری حوالہ جات کا اضافہ بھی کر دیا ہے یوں اس اچھوتے موضوع پر اپنی نوعیت کی پہلی کتاب آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے۔

ریاض حسین چوہدری

فصل اول

ذبح اسماعیل علیہ السلام

بارگاہِ خداوندی سے سیدنا اسمعیل علیہ السلام کی قربانی کا حکم

اللہ تبارک تعالیٰ اپنے بندوں کی دعائیں بھی قبول کرتا ہے اور انہیں آزمائش میں بھی ڈالتا ہے۔ ان کی قوتِ ایمانی کا امتحان بھی لیتا ہے اور انہیں ارفع و اعلیٰ مقامات پر فائز بھی کرتا ہے۔ انبیائے کرام کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح کائنات میں سب سے بلند مراتب پر فائز فرمایا اور اپنے قرب و وصال کی نعمتوں سے نوازا اسی طرح انہیں بڑی کٹھن منزلوں سے بھی گزرنا پڑا۔ انہیں بڑی سے بڑی قربانی کا حکم ہوا لیکن ان کے مقامِ بندگی کا یہ اعجاز تھا کہ سر مو حکمِ ربی سے انحراف یا تساہل نہیں برتا، ان کی اطاعت، خشیت اور محبت کا یہی معیار تھا کہ انہوں نے اپنی پوری زندگی اور اس میں موجود جملہ نعمتوں کو اپنے مولا کی رضا کیلئے وقف کیے رکھا، حتیٰ کہ اولاد جیسی عزیز ترین متاع کے قربان کرنے کا حکم بھی ملتا تو ثابت کر دیا کہ یہ بھی اس کی راہ پر قربان کی جاسکتی ہے۔ جملہ انبیائے کرام اپنی شانِ بندگی میں یکتا اور بے مثال تھے لیکن سلسلہ انبیاء میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی داستانِ عزیمت بہت دلچسپ اور قابلِ رشک ہے۔ ان کے لیے اللہ کی راہ میں بیٹے کو قربان کرنے کا حکم ایک بہت بڑی آزمائش تھی لیکن سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس آزمائش میں بھی پورا اترے کیسے؟ قرآن کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

اے میرے پروردگار مجھ کو نیک بیٹا عطا فرما۔ پس ہم نے ان کو ایک بردبار بیٹے کی بشارت دی۔ پھر جب وہ (اسمعیل) ان کے ساتھ دوڑنے (کی عمر) کو پہنچے فرمایا اے میرے بیٹے میں

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ۝
فَبَشِّرْنَاهُ بِعُلْمٍ حَلِيمٍ ۝ فَلَمَّا بَلَغَ
مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَبْنَئِي اِنِّي اَرَى
فِي الْمَنَامِ اَنِّي اَذْبَحُكَ فَانظُرْ
مَاذَا تَرَى قَالَ يَا بَتِ افْعَلْ

خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں پس تم بھی غور کر لو کہ تمہارا کیا خیال ہے (اسمعیل نے بلا تردد) عرض کیا اے ابا جان (پھر دیر کیا ہے) جو کچھ آپ کو حکم ہوا کر ڈالئے (جہاں تک میرا تعلق ہے) آپ انشاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ پھر جب دونوں نے (اللہ کا) حکم مان لیا اور (ابراہیم نے) ان کو ماتھے کے بل لٹایا۔ اور ہم نے ان کو ندا دی کہ اے ابراہیم (کیا خوب) تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ ہم نیکو کاروں کو یوں ہی بدلہ دیتے ہیں۔ (بے شک باپ کا بیٹے کے ذبح کے لئے تیار ہو جانا) یہ ایک بڑی صریح آزمائش تھی (حضرت ابراہیم اس آزمائش میں پورا اترے) اور ہم نے ایک عظیم قربانی کو ان کا فدیہ (بنا) دیا۔

مَا تَوْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ۝ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ۝ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ۝ وَقَدَيْنَاهُ بِذَبْحٍ عَظِيمٍ ۝

(الصفت، ۳۷: ۱۰۰-۱۰۷)

پیکرِ تسلیم و رضا

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اللہ رب العزت کے جلیل القدر پیغمبر تھے۔ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ کے جد امجدؑ! بتلا و آزمائش کے ان گنت مراحل سے گزرے سفرِ ہجرت اختیار کیا، اپنی اہلیہ حضرت ہاجرہ اور ننھے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بے آب و گیاہ صحرا میں چھوڑا۔ تبلیغ دین کا ہر راستہ دراصل انقلاب کا راستہ ہے اور شاہراہ انقلاب پھولوں کی سیج نہیں ہوتی۔ حضرت ابراہیمؑ کی پوری زندگی اسی انقلابی جدوجہد سے عبارت ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام بارگاہِ خداوندی میں التجا کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ مجھے ایک نیک، صالح اور پاکباز بیٹے سے نواز، اللہ پاک دعائے ابراہیمی کو شرف قبولیت عطا فرماتے ہیں، بارگاہِ خداوندی سے انہیں اطاعت گزار بیٹا عطا ہوتا ہے جن کا نام اسماعیل رکھا جاتا ہے۔ باپ کی آنکھوں کا نور، اور اس کی دیرینہ محبتوں اور چاہتوں کا مرکز، حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آخری عمر کا سہارا بھی تھے۔ باپ اور بیٹے کے درمیان اس بے پناہ محبت کو دیکھ کر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ ابراہیم! اپنے لختِ جگر اسماعیل کو ہماری راہ میں قربان کر۔

غور کیا جائے تو یہ مقام حیرت و استعجاب ہے۔ اللہ کا پیغمبر یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ آج تک کسی انسان کی قربانی کا حکم نہیں دیا گیا، وہ اس پر لیت و لعل سے بھی کام لے سکتے تھے اور اس کا قرینہ بھی تھا کیونکہ یہ حکم آپ کو خواب میں دیا گیا تھا لیکن دیکھیے پیغمبر کے ایمان و عمل کی رفعتیں! انہوں نے ایک لمحہ توقف کیے بغیر سارا ماجرا اپنے بیٹے اسماعیل کو سنایا لیکن انہیں حکم نہیں دیا بلکہ ان سے رائے پوچھی۔ قربان جائیں اس پیغمبر زادے کی ایمانی عظمتوں پر بھی جنہوں نے باپ کے خواب کو اللہ کا حکم

سمجھتے ہوئے سر تسلیم خم کر کے تاریخ انسانیت میں ذبح اللہ کا منفرد اعزاز حاصل کیا۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام سے مخاطب

ہوتے ہیں کہ بیٹا! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے اللہ کی راہ میں ذبح کر رہا ہوں۔

باپ بیٹا دونوں جانتے ہیں کہ پیغمبر کا خواب اللہ کی وحی ہوتا ہے اس لئے باپ بیٹے سے

پوچھتا ہے بیٹا! بتا تیری کیا رائے ہے؟ اطاعت گزار بیٹا جواب دیتا ہے باجان! آپ اپنے

رب کے حکم کی تعمیل کیجئے آپ مجھے انشاء اللہ صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ قرآن

بتاتا ہے کہ سیدنا حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کو اللہ کی راہ میں قربان

کرنے کے لئے اوندھے منہ لٹا دیتے ہیں اور اپنے لاڈلے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے

چھری ہاتھ میں لیتے ہیں۔ غیب سے آواز آتی ہے وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا اِبْرَاهِيمُ ۝

صَدَقْتَ الرَّؤْيَا اِنَّا كَذَلِك نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ابراہیم! تو نے اپنا خواب اور اللہ کا

امر سچا کر دکھایا، ہم اسی طرح نیکو کاروں کو جزاء دیتے ہیں، اپنے بیٹے کو اللہ کی راہ میں

قربان کرنے کا حکم اللہ کے نبی کی بہت بڑی آزمائش اور ایک بہت بڑا امتحان تھا، حضرت

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس بڑے نازک امتحان میں کامیاب و کامران رہے۔ آسمان

سے ایک مینڈا آتا ہے اور حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ اس

مینڈے کو ذبح کرتے ہیں، ارشاد ہوتا ہے ابراہیم! تمہاری قربانی قبول ہوگئی۔ ہم نے

اسماعیل کی ذبح کو ”ایک عظیم ذبح“ کے ساتھ فدیہ کر دیا۔ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ

السلام کی قربانی بھی بارگاہ خداوندی میں مقبول و منظور ہوگئی اور ان کے فرزند ارجمند

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زندگی بھی بچ گئی۔

حیات اسماعیل علیہ السلام کو تحفظ کیوں دیا گیا؟

اب ذہن انسانی میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو

بچانا ہی مقصود تھا تو پھر ان کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کا حکم کیوں ہوا؟ اور اگر حکم ہوا تھا تو ان کی زندگی کو تحفظ کیوں دیا گیا۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ حکم اس لئے ہوا کہ سراپائے ایثار و قربانی پیغمبر حضرت ابراہیمؑ کے لخت جگر سے ذبح کی تاریخ کی ابتدا ہو جائے کہ راہ حق میں قربانیاں دینے کا آغاز انبیاء کی سنت ہے اور بچا اس لئے گیا کہ اس عظیم پیغمبر کی نسل پاک میں نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت ہونا تھی۔ اولاد ابراہیم علیہ السلام میں تاجدار کائنات ﷺ کو تشریف لانا تھا اس لئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ذبح کو جنت سے لائے گئے مینڈے کی قربانی کی صورت میں ’عظیم ذبح‘ کے ساتھ بدل دیا گیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام محفوظ و مامون رہے۔

تعمیر کعبہ سے کائنات کی امامت تک

سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام سن بلوغت کو پہنچے تو مکہ معظمہ کی وادی میں اپنے والد بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تشریف لائے۔ اللہ رب العزت کی طرف سے انہیں کعبہ اللہ کی تعمیر کا حکم ہوا، یہ ایک بہت بڑا اعزاز تھا جو سرور کائنات حضور رحمت عالم ﷺ کے جد امجد کے حصہ میں آیا۔ انہی کی نسل پاک میں مبعوث ہونے والے پیغمبر اعظم و آخر حضور نبی اکرم ﷺ کے حصے میں یہ سعادت بھی آئی کہ کعبہ اللہ کو تین سو ساٹھ بتوں سے پاک کر کے اس پر پرچم توحید لہرایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات مقدسہ پر ایک نظر ڈالیں تو کار نبوت کی انجام دہی میں انہیں ان گنت مصائب کا سامنا رہا اور آزمائش کے کٹھن مراحل سے گزرنا پڑا۔ اللہ کے اس عظیم پیغمبر نے راہ حق میں آنے والی ان مشکلات کا خندہ پیشانی

سے مقابلہ کیا اور ہر آزمائش پر پورا اترے۔ کامیابی نے قدم قدم پر ان کے قدموں کو بوسہ دینے کا اعزاز حاصل کیا چنانچہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے بار بار سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی داستان عزیمت کو شاندار الفاظ میں دھرایا ہے سورہ بقرہ میں ارشاد خداوندی ہے۔

اور (وہ وقت یاد کرو) جب ابراہیم کو ان کے رب نے کئی باتوں میں آزمایا تو انہوں نے وہ پوری کر دیں (اس پر) اللہ نے فرمایا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بناؤں گا، انہوں نے عرض کیا (کیا) میری اولاد میں سے بھی؟ ارشاد ہوا (ہاں مگر) میرا وعدہ ظالموں کو نہیں پہنچتا۔ (اور یاد کرو) جب ہم نے اس گھر (خانہ کعبہ) کو لوگوں کیلئے رجوع (اور اجتماع) کا مرکز اور جائے امان بنا دیا، اور (حکم دیا کہ) ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو مقام نماز بنا لو، اور ہم نے ابراہیم اور اسمعیل کو تاکید فرمائی کہ میرے گھر کو طواف

وَ اِذْ اَبْتَلٰۤی اِبْرٰهٖمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاتَّمٰہُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عٰہِدِی الظّٰلِمِیْنَ ۝ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاٰمَنًا وَاَتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّی وَاَعٰہِدْنَا اِلٰی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیْ لِلطّٰاٰتِیْنِ وَالْعٰکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ ۝ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ ہٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَاَرْزُقْ اٰہلَہٗ مِنَ الشَّمْرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْہُمْ بِاِ اللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ وَمَنْ کَفَرَ

کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجد کرنے والوں کے لئے پاک (صاف) کردو۔ اور جب ابراہیم نے عرض کیا اے میرے رب! اسے امن والا شہر بنا دے اور اس کے باشندوں کو طرح طرح کے پھلوں سے نواز (یعنی) ان لوگوں کو جوان میں سے اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان لائے (اللہ نے) فرمایا اور جو کوئی کفر کرے گا اس کو بھی زندگی کی تھوڑی مدت (کیلئے) فائدہ پہنچاؤں گا پھر اسے (اس کفر کے باعث) دوزخ کی عذاب کی طرف (جانے پر) مجبور کر دوں گا اور وہ بہت بری جگہ ہے۔ اور (یاد کرو) جب ابراہیم اور اسمعیل خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (تو دونوں دعا کر رہے تھے) کہ اے ہمارے رب! تو ہم سے (یہ خدمت) قبول فرمائے بے شک تو خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب ہم دونوں کو

فَأَمِّتْهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۚ وَ إِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ إِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَكَ وَ آرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبَّ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (البقرہ ۲: ۱۲۴-۱۲۹)

اپنے حکم کے سامنے جھکنے والا بنا اور
 ہماری اولاد سے بھی ایک امت کو
 خاص اپنا تابع فرمان بنا، اور ہمیں
 ہماری عبادت (اور حج کے) قواعد بتا
 دے اور ہم پر (رحمت و مغفرت) کی
 نظر فرما، بے شک تو ہی بہت توبہ قبول
 فرمانے والا مہربان ہے۔ اے ہمارے
 رب، ان میں انہی میں سے (وہ آخری
 اور برگزیدہ) رسول مبعوث فرما جو ان
 پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور
 انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے
 (کردانائے راز بنا دے) اور ان (کے
 نفوس و قلوب) کو خوب پاک صاف
 کر دے، بے شک تو ہی غالب حکمت
 والا ہے۔

آزمائش کا مرحلہ گزر گیا۔ کامیابی کا نور سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی
 مقدس پیشانی پر چمکنے لگا، اس وقت پیغام حق آیا کہ ابراہیم! ہم نے تیری عبدیت کو پرکھ
 لیا، ہم نے تیری شان خلیلی کا امتحان لے لیا۔ ہم نے دیکھ لیا کہ تیرے دل میں ہماری
 محبت کے کتنے سمندر موجزن ہیں، ہم نے تیری قربانیوں کا بھی مشاہدہ کیا، قدم قدم
 پر تیرے صبر و استقامت کو بھی دیکھا۔ ہم نے تیرے توکل اور کلمہ شکر کی ادائیگی کا
 حسن بھی دیکھا۔ ان تمام آزمائشوں پر پورا اترنے کے بعد آ! ابراہیم اب ایک خوشخبری بھی

سن لے ایک مژدہ جانفزا بھی سماعت کر، وہ خوشخبری کیا ہے، وہ مژدہ جانفزا کیا ہے؟ وہ خوشخبری یہ ہے کہ ابراہیم! میں تجھے نسل بنی آدم کی امامت عطا کرتا ہوں۔ پوری انسانیت کی امامت، تمام امتوں کی امامت، اقوام عالم کی امامت۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا باری تعالیٰ یہ امامت صرف میرے لئے ہے یا میری ذریت اور نسل کے لئے بھی؟ ارشاد ہوا ” لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ابراہیم! ہم نے تجھے بھی امامت دی اور یہ امامت تیری ذریت اور نسل کو بھی عطا کی، مگر شرط یہ ہے کہ یہ امامت اس کا مقدر بنے گی جو تیرے نقش قدم پر چلے گا جو صراط مستقیم کو اپنائے گا وہ دنیا کی امامت پائے گا لیکن جو تیری راہ سے منحرف ہوگا، امامت کا بھی حق دار نہ ہوگا۔

پھر تعمیر کعبہ کا حکم ہوا۔ عظیم باپ اور عظیم بیٹا تعمیر کعبہ میں مصروف ہو گئے ایک ایک پتھر لاتے اور کعبہ کی دیواریں تعمیر کرتے۔ دیواریں بلند ہو گئیں، ایک پتھر عطا ہوا جس پر کھڑے ہو کر تعمیر کا کام ہو رہا تھا۔ جوں جوں دیواریں اونچی ہو رہی تھیں تو ان میں پتھر بھی بلند ہوتا جاتا اور سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام تعمیر کعبہ میں اپنے والد گرامی کی معاونت فرماتے، پتھر ڈھونڈ ڈھونڈ کر لاتے وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام تعمیر کعبہ میں مصروف ہوتے تو یہ کلمات ان کی زبان اقدس پر جاری ہوتے ’رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ‘! ہم تیرے گھر کی تعمیر کر رہے ہیں ہماری یہ مشقت قبول فرما، ہماری اس مزدوری کو قبولیت کا شرف عطا کر، رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمِيْنَ لِكَيْلِبَارِي تَعَالٰی! ہماری جبینیں تیرے حضور جھکی رہیں، ہمارے سجدوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما۔ ومن ذریتنا أمة مسلمة لكأصاري آل اور ذریت میں سے

امت مسلمہ پیدا کر۔ پھر اگلی آیت میں حکم ہوا تم نے آج ہمارا گھر تعمیر کیا ہے جو ماٹلنا ہے مانگ لو اپنی مشقت کا صلہ طلب کر لو بارگاہ خداوندی میں ہاتھ اٹھ گئے ”رَبَّنَا وَأَبْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ“ باری تعالیٰ ہم نے تیرے گھر کی دیواریں بلند کی ہیں ہم نے اپنی ذریت میں سے امت مسلمہ مانگ لی ہے۔ اے خدائے رحیم و کریم! حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر مجھ تک ہر زمانے میں نبی آخر الزماں ﷺ کے ظہور کا اعلان کرتا رہا ہے یہ سلسلہ نبوت و رسالت اس مقدس ہستی پر جا کر ختم ہو جائے گا۔ وہ رسول معظم ﷺ جس کی خاطر تو نے یہ بزم کائنات سجائی۔ کرہ ارض پر ہزار ہا انبیاء کو مبعوث فرمایا وہ رسول آخر ﷺ جس کے لئے تو نے ملتوں کو پیدا کیا۔ دنیائے رنگ و بو کو آراستہ کیا، آبشاروں کو تکلم کا ہنر بخشا، ہواؤں کو چلنے کی خوعطا فرمائی۔ وہ رسول برحق جس کی خاطر تو نے اپنا جلوہ بے نقاب کیا، جس کی خاطر تو نے اپنی مخلوقات کو پردہ عدم سے وجود بخشا، جس کی خاطر تو نے انسانوں کے لئے ہدایت آسمانی کے سلسلے کا آغاز کیا، اس رسول معظم ﷺ اور اس نبی آخر الزماں ﷺ کا اس کائنات رنگ و بو میں ظہور ہونے والا ہے باری تعالیٰ نے فرمایا ہاں ابراہیم ہمارا وہ محبوب رسول آنے والا ہے، بتا ابراہیم! تو کیا چاہتا ہے۔ فرمایا رب کائنات! اگر تو تعمیر کعبہ کی ہمیں مزدوری دینا چاہتا ہے، اگر تعمیل حکم میں ہمیں تو کچھ عطا کرنا چاہتا ہے تو اے پروردگار اپنے اس آخری رسول ﷺ کو میری اولاد میں مبعوث ہونے کا شرف عطا فرما۔ میری ذریت کو نور محمدی کے جلووں سے ہمکنار کر دے، میری اولاد کو حضور ﷺ کی قدم بوسی کی سعادت بخش دے، مولا! مجھے اپنا محبوب ﷺ دے دے۔ ارشاد ہوا، ابراہیم تو نے تین چیزیں

(۱) نبوت و رسالت

(۲) ختم نبوت اور

(۳) امت مسلمہ اپنی ذریت کے لئے مانگ لیں ہیں، ابراہیم تو نے میری محبت اور رضا کیلئے میرا گھر تعمیر کیا ہے اور دعا بھی وہ مانگی ہے جسے میں رد نہیں کر سکتا اس لئے ابراہیم! جاہم نے تجھے تیری مزدوری کے صلے میں یہ تینوں چیزیں عطا کر دیں۔

پتھر کی عظمت

روایات میں ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جس پتھر پر کھڑے ہو کر اپنی نسل میں تاجدار کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت کی دعا مانگی تھی یہ وہی پتھر تھا جس پر کھڑے ہو کر آپ نے تعمیر کعبہ کا کام سرانجام دیا تھا۔ اس مقدس پتھر کی عظمت پر جان و دل نثار جس پر کھڑے ہو کر اپنی اولاد میں نبی آخر الزماں ﷺ کے مبعوث ہونے کی دعا مانگی جا رہی ہے۔ رب نے کہا اے بے جان پتھر تجھے خبر ہے تجھ پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے ہم سے کیا مانگ لیا ہے اس لمحے کو اپنے سینے میں محفوظ کر لے کہ یہ لمحہ قبولیت کا لمحہ ہے۔ اس لمحے ہمارے محبوب ﷺ کی آمد کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس وقت رسول کائنات ﷺ کے تذکار جلیلہ سے روح کائنات معطر ہے، قدرت خداوندی سے پتھر موم ہو گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان قیمت تک کے لئے اس میں پیوست ہو گئے۔

اس پتھر کا اعزاز یہ تھا کہ اس پر کھڑے ہو کر اللہ کے ایک جلیل القدر پیغمبر نے اس کے محبوب کا تذکرہ چھیڑ دیا تھا۔ اللہ کے نبی کی نسبت سے وہ پتھر بھی محترم ہو گیا۔ بے شمار پتھروں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان لگے ہونگے، ان گنت پتھروں نے کف پائے ابراہیم علیہ السلام کو بوسہ دینے کا اعزاز حاصل کیا ہوگا لیکن امتداد زمانہ کے ساتھ وہ نقوش مٹتے گئے، ماہ و سال کی گردا نہیں

اپنے دامن میں چھپاتی رہی مگر جس پتھر پر کھڑے ہو کر سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے طلوع صبح میلاد کی دعا مانگی تھی، اللہ سے اس کے محبوب ﷺ کو مانگا تھا۔ کونین کی دولت کو اپنے دامن میں سمیٹنے کی آرزو کی تھی وہ پتھر حرم اقدس میں مقام ابراہیم پر قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا گیا۔

ہم نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو قبولیت کی خلعت فاخرہ عطا کی، اور جو پتھر ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نشان تھا اسے صحن کعبہ میں قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا اور باقی تمام پتھر حد و کعبہ سے ہٹا دیئے کیونکہ کعبہ میری سجدہ گاہ ہے۔ یہ میری توحید کا مرکز ہے، اس کی سمت منہ کر کے عبادت کی جاتی ہے یہ محور حق ہے۔ خلقت کا منبع و مرکز ہے، مشرق سے مغرب تک لوگ میرے کعبے میں حج و عبادت کے لیے آئینگے، حرم کی زمین کو اپنے سجدوں سے بسائینگے۔ یہ فضاء ان کے نالہ ہائے نیم شبی سے معمور ہوگی۔ میں انہیں یہ پتھر دکھاؤں گا جو عاے خلیل علیہ السلام کی یادگار ہے جس پر کھڑے ہو کر اس نے نبی آخر الزماں ﷺ کے اپنی نسل میں مبعوث ہونے کی دعا مانگی تھی۔ اے حرم کعبہ تک آنے والو! اے میرے گھر کی زیارت کی سعادت حاصل کرنے والو! یہ صدقہ ہے اس پتھر کا جن پر ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان ہیں کیونکہ یہ دعائے مصطفیٰ کا نقش ہے۔

حکم ہو و اتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى، سوال ہوا کہ باری تعالیٰ اس پتھر کو کیسے محفوظ کریں۔ فرمایا اس پتھر کو کعبے کے سامنے گاڑ دو، اس وقت تک میرے گھر کا طواف مکمل نہیں ہوگا جب تک طواف کرنے والے اس پتھر کے سامنے میرے حضور سجدہ ریز نہ ہوں گے تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ یہ تمام انعامات و اکرامات صدقہ ہے اس پتھر کا۔

دعائے خلیل کی قبولیت

دعائے خلیل کو خلعت قبولیت عطا ہوئی، کونین کی دولت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دامن طلب میں ڈال دی گئی یہ دعا پہلے پارے کے آخر میں آئی ہے دوسرے پارے کے شروع میں اس کا جواب بھی آ گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

کَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ
يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ
يُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ
وَ يُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا
تَعْلَمُونَ ۝ فَادْكُرُونِي اذْ كُرْتُمْ
وَ اشْكُرُوا لِي وَ لَا تَكْفُرُونِ ۝
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا
بِالصَّبْرِ وَ الصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ
الصَّابِرِينَ ۝ وَ لَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءُ
وَ لَكِن لَّا تَشْعُرُونَ ۝ وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ
بَشِيٍّ مِنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوعِ وَ

اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تمہیں
میں سے (اپنا) رسول بھیجا جو تم پر
ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور
تمہیں (نفساً و قلباً) پاک صاف کرتا
ہے اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے
اور حکمت و دانائی سکھاتا ہے اور تمہیں
وہ (اسرار معرفت و حقیقت) سکھاتا
ہے جو تم نہ جانتے تھے۔ سو تم مجھے یاد
کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا
شکر ادا کیا کرو اور میری ناشکری نہ کیا
کرو۔ اے ایمان والو صبر اور نماز کے
ذریعے (مجھ سے) مدد چاہا کرو یقیناً اللہ
صبر کرنے والوں کے ساتھ (ہوتا)

نَقَصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ
وَالشَّمْرَاتِ وَبَشِيرِ الصَّبْرِينَ ۝
الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا
إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَئِكَ
عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ
وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ
(البقرہ ۲: ۱۵۱-۱۵۷)

ہے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے
جائیں انہیں مت کہا کرو کہ یہ مردہ
ہیں (وہ مردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں
لیکن تمہیں (ان کی زندگی کا) شعور
نہیں۔ اور ہم تمہیں ضرور بالضرور
آزمائیں گے کچھ خوف اور بھوک سے
اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کے
نقصان سے اور (اے حبیب) آپ
(ان) صبر کرنے والوں کو خوشخبری
سنادیں۔ جن پر کوئی مصیبت پڑتی ہے
تو کہتے ہیں بے شک ہم بھی اللہ ہی کا
(مال) ہیں اور ہم بھی اس کی طرف
پلٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ
ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے
پے در پے نوازشیں ہیں اور رحمت
ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

حضرت ابراہیم نے اللہ سے قوموں کی امامت کا سوال کیا، امامت کی دو
شکلیں کر دی گئیں۔ کیونکہ حضور ﷺ کے ساتھ نبوت کو ختم ہونا تھا اور تاجدار
کائنات ﷺ کے سوا کسی پر ختم نبوت کا تاج سجایا جانا مقصود تھا اس لئے امامت کے
دو جزو کر دیئے گئے۔ ایک امامت سے نبوت اور دوسری امامت سے ولایت۔ حکمت یہ
تھی کہ جب حضور ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو جائے تو پھر فیض نبوت بشکل امامت میرے

نبی ﷺ کی امت کو ملنا شروع ہو جائے یوں سورہ بقرہ آیت ۱۵۱ سے ۱۵۷ تک دعائے ابراہیم کا جواب ہے۔

دعا تو فقط یہ تھی کہ مولا! اپنا وہ پیغمبر رسول آخر الزماں ﷺ میری آل میں

میری نسل میں مبعوث فرما۔ اللہ رب العزت نے جواب میں فرمایا کہ دو چیزیں عطا کرتا ہوں ایک نبی آخر الزماں ﷺ کی بعثت اور پھر شہادت۔ فرمایا ” كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ“ آگے اس سے متعلق فرمایا ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ۔ اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعہ مدد مانگنا ” وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ“ جو اللہ کی راہ میں شہید ہوں انہیں مردہ نہ کہہو اَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ“ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں“

بعثت محمدی اور شہادت کا باہمی ربط مذکورہ آیات میں بڑے اہم نکات کی

طرف رہنمائی کرتا ہے۔ دعائے ابراہیم علیہ السلام کے جواب میں ایک طرف حضور ﷺ کی ختم نبوت بیان کی جا رہی ہے تو دوسری طرف شہادت کا ذکر ہے۔ اس وجدانی اور عرفانی نکتے کی وضاحت تو آئندہ صفحات میں کی جائے گی، تاہم یہاں صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ حضور ﷺ کی شان ختم نبوت کے ساتھ آپ کو مرتبہ شہادت پر بھی فائز کرنا مقصود تھا جس کا مظہر نواسہ رسول سیدنا امام حسین قرار پائے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ہی ذبح عظیم کا مصداق سمجھتے ہیں۔

ذبح عظیم کا مفہوم

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی حیات مقدسہ میں حضرت اسماعیل علیہ

السلام کی قربانی کا واقعہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کی وجہ سے انہیں بارگاہ خداوندی سے شرف امامت بھی عطا کیا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کی راہ میں اپنے بیٹے کو قربان کرنے کے لئے خود بھی تیار ہو گئے تھے اور سعادت مند بیٹے نے بھی حکم خداوندی کے آگے سر تسلیم خم کر دیا تھا۔ باپ بیٹے نے تسلیم جاں کا یہ اظہار زبانی کلامی نہیں کیا بلکہ عملاً حکم کی بجا آوری کے لئے بیٹے کی قربانی کی غرض سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ہاتھ میں چھری بھی لے لی تھی۔ اس کا تفصیلی ذکر گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زندگی محفوظ رہی کہ ان کی نسل پاک سے نبی آخر الزماں ﷺ کی ولادت باسعادت ہونا تھی، خدائے بزرگ و برتر نے وفدیناہ بذبح عظیم کہہ کر اسماعیل کے ذبح کو ذبح عظیم کا فدیہ قرار دیا۔ فرزند پیغمبر کی قربانی ہونا بعثت مصطفیٰ ﷺ کی خاطر موقوف ہوئی۔ حکمت خداوندی یہ تھی کہ حضور ﷺ کے بعد چونکہ کوئی نبی نہیں آئے گا اس لئے شہادت کے لئے اس کے لخت جگر کا انتخاب عمل میں آئے گا اور ذبح اسماعیل علیہ السلام کو مصطفیٰ ﷺ کے لخت جگر سیدنا امام حسینؑ سے ذبح عظیم بنادیں گے۔

ذبح اسماعیل اور شہادت امام حسین کا باہمی تعلق

اگر شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا تعلق ذبح اسماعیل سے جوڑا نہ جائے تو بات مکمل نہیں ہوتی، شہادت کا عمل ادھورا رہ جاتا ہے اور بات مکمل طور پر سمجھ میں نہیں آتی۔ حضرت اسماعیل کی قربانی کو صرف ’ذبح‘ کے لفظ سے ذکر کیا گیا۔ ان کی جگہ مینڈ کی قربانی ہوئی تو اسے ’ذبح عظیم‘ کہا گیا۔ اب یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ مینڈے کی قربانی کو ذبح عظیم اور پیغمبر کے بیٹے کی قربانی کو محض ذبح کہا جائے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس ذبح عظیم سے مراد کونسی قربانی ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے

کہ اس ذبحِ عظیم سے مراد کونسی قربانی ہے؟ ذبحِ عظیم یقیناً وہی قربانی ہوگی جو ذبحِ اسماعیل سے بڑی قربانی کی صورت میں ادا ہوگی۔

اسماعیل علیہ السلام حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے فرزند تھے جبکہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ حضور سرور کونین ﷺ کے لختِ جگر اور نورِ نظر تھے۔ قطعِ نظر اس کے کہ نبی اور صحابی کے مرتبے میں بہت فرق ہوتا ہے لیکن نسبتِ ابراہیمی سے نسبتِ مصطفویٰ یقیناً ارفع و اعلیٰ ہے علاوہ ازیں سیدنا حسینؑ کو سبطِ پیغمبر اور پسرِ بتول و حیدر ہونے کے ساتھ ساتھ نسبتِ ابراہیمی بھی حاصل ہے۔ نیز شہادتِ امام حسین چونکہ سیرتِ رسول ﷺ کا ہی باب ہے اس لئے کائنات کی اسی منفرد اور یکتا قربانی کو ہی ذبحِ عظیم ہونے کا شرف حاصل ہے۔ لہذا بڑی صداقت کے ساتھ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے ضمن میں جس ذبحِ عظیم کا فدیہ دیا گیا وہ ایک مینڈا نہ تھا بلکہ وہ لختِ جگرِ مصطفیٰ حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کی قربانی تھی۔ حکیم الامت علامہ اقبال نے اس حقیقت کو بڑے خوبصورت شعری قالب میں ڈھالا ہے۔

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر
معنی ذبحِ عظیم آمد پسر

ذبحِ عظیم کے لئے نواسہ رسول ﷺ کا انتخاب کیوں؟

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ذبحِ عظیم کا مصداق اگر امام حسین ہیں تو آپ کا تعلق حضور نبی اکرم ﷺ سے وہ نہیں جو سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ یعنی وہ باپ بیٹا تھے اور یہاں بیٹا تھے اور یہاں بیٹا نہیں بلکہ نواسہ رسول کا انتخاب ہو رہا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ذبحِ عظیم کا اعزاز حضور ﷺ کے حقیقی بیٹے کے حصے میں آتا۔ اس ممکنہ سوال کے کئی جوابات ہو سکتے ہیں سب سے پہلا جواب

تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کا کوئی بیٹا جوانی یا بلوغت کی عمر کو پہنچا ہی نہیں ایسا کیوں ہوا؟ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی جسکی طرف قرآن نے یوں رہنمائی فرمائی۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَ كَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا
 محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں (یعنی سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والے) اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جاننے والا (احزاب، ۳۳: ۴۰)

ہے (اسے علم ہے کہ ختم رسالت اور ختم نبوت کا وقت آ گیا ہے۔)

یعنی اب وحی الہی کا دروازہ بند ہوتا ہے، حضور تاجدار کائنات ﷺ کے بعد اب قیامت تک کوئی نبی نہیں۔ قرآن آسمانی ہدایت پر مشتمل آخری صحیفہ ہے جو قیامت تک اللہ کے بندوں کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔

اگر حضور ﷺ کا کوئی جوان بیٹا ہوتا؟

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، یہ نکتہ قابل غور ہے وہ تو اللہ کے رسول ہیں اور سلسلہ انبیاء کی آخری کڑی ہیں۔ اللہ رب العزت نے اس بات پر کیوں زور دیا کہ میرا رسول تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں یعنی یا وہ کسی جوان بیٹے کے باپ نہیں؟ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی جوان بیٹے کا باپ یا مخاطبین میں سے کسی مرد کا باپ ہونے والا شخص اللہ کا رسول نہیں ہو سکتا مثلاً

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے رسول تھے اور جوان بیٹوں کے باپ بھی

ہیں۔ حضرت اسحق اللہ کے جلیل القدر پیغمبر ہیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے والد گرامی بھی ہیں۔ اس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام خود نبی ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام کے والد بھی ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کے پیغمبر اور حضرت سلیمان علیہ السلام آپ کے فرزند ارجمند۔

بنی اسرائیل میں نسل در نسل نبوت کا سلسلہ جاری رہا، پیغمبروں کی اولاد (بیٹے) بھی پیغمبر ہوئی۔ تو پھر اللہ رب العزت نے کیوں فرمایا کہ میرا نبی ﷺ تم مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں یا کسی جوان مرد کے باپ نہیں۔ آخر اس میں کیا حکمت کا فرما ہے؟ رسول ہونا کسی مرد کے باپ ہونے کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتا۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ خدائے علیم و خیر نے اس نکتے پر اس لئے زور دیا کہ حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ وہ میرے آخری نبی ہیں اگر محمد ﷺ کسی مرد کے باپ ہوتے یعنی حضور ﷺ کا کوئی بیٹا ہوتا اور وہ جوان ہوتا تو دو صورتیں ممکن ہوتیں۔

۱۔ ایک یہ کہ وہ بیٹا بھی اللہ کا رسول یا نبی ہوتا جیسا کہ سابقہ انبیاء کے باب میں ہم نے دیکھا کہ اگر باپ نبی ہے تو بیٹے کو بھی خدائے نبوت عطا کی۔

۲۔ دوسری صورت یہ تھی کہ بیٹا نبی نہ ہوتا یعنی وہی امکانات ممکن تھے پہلی صورت میں حضور ﷺ خاتم النبیین نہ رہتے، بیٹا بھی جوان ہو کر نبی بنتا تو سلسلہ ختم نبوت مصطفیٰ ﷺ پر ختم نہ ہوتا اور یہ بات خدا کے فیصلے کے خلاف ہوتی اس لئے تو حضور ﷺ کو ختم نبوت کی صفت سے سرفراز کیا ہے۔ دوسری صورت میں اگر حضور ﷺ کا کوئی بیٹا جوان ہوتا اور نبی نہ بنتا تو دوسرے نبیوں کی امتیں طعنے دیتیں کہ

ہمارے نبی کا تو بیٹا بھی نبی تھا، ہمارے پیغمبر کا تو پوتا بھی پیغمبر کی صفت فاخرہ سے نوازا گیا، ہمارے پیغمبر ﷺ کی پوری نسل میں نبوت تھی۔ کوئی اعتراض کر سکتا تھا کہ

حضور ﷺ کے پیروکارو! تمہارے پیغمبر کا تو بیٹا بھی ہوا لیکن اسے نبوت سے سرفراز نہ کیا گیا۔ اس اعتراض میں بظاہر دوسرے انبیاء کے مقابلے میں شان رسالت مآب ﷺ میں ایک طرح کی کمی آ جاتی اور اس جہت سے دیگر انبیاء فضیلت لے جاتے لیکن اللہ رب العزت کو یہ بات منظور نہ تھی جس طرح اسے یہ منظور نہ تھا کہ آمنہ کے لال کے سر اقدس پر ختم نبوت کا تاج نہ سجایا جائے اسی طرح اسے یہ بھی گوارا نہ تھا کہ حضور ﷺ کا کوئی جوان بیٹا ہو اور نبوت کی سعادت سے محروم رہے، ظاہراً ہی سہی خدا کو کسی حوالے سے بھی یہ بات منظور نہ تھی کہ کوئی پیغمبر فضیلت میں مصطفیٰ ﷺ سے بڑھ جائے اس کی مثال یوں ہے کہ قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ اے محبوب فرمادیں ان کافروں اور مشرکوں کو جو کبھی عیسیٰ کو میرا بیٹا سمجھتے ہیں اور کچھ عزیز کو میرا فرزند قرار دیتے ہیں۔

قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ فَأَنَا
 آوَّلُ الْعَبِيدِ ۝
 (الزخرف ۴۳: ۸۱)
 آپ (ان احمقوں سے) کہنیے کہ اگر
 (خدائے) رحمن کا بیٹا ہوتا تو میں سب
 سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا
 ہوں۔

مدعا یہ ہے کہ اگر کوئی اللہ کا بیٹا ہوتا تو میں اس کی عبادت نہ کرتا؟ اللہ کی شان کا تقاضا ہوتا کہ اس کا بیٹا بھی الوہیت کا حامل ہوتا۔ اگر رب کا بیٹا ہو کر رب نہ بنتا تو اس کی فضیلت میں کمی آ جاتی۔ لوگ طعنہ دیتے کہ خدا کا بیٹا ہو کر خدا نہ بن سکا۔ اسی طرح اگر (نعوذ باللہ) کوئی خدا کا بیٹا ہوتا اور وہ بھی الوہیت کے منصب میں اللہ تعالیٰ کا شریک ہوتا تو ظاہر ہے باپ کے ساتھ خدائی میں شراکت دار ہوتا، اور یوں تصور تو حید ختم ہو جاتا۔ اس لئے فرمایا:

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ
 (اے نبی مکرم) آپ فرمادیتے تھے وہ اللہ ہے جو یکتا ہے۔ اللہ سب سے بے نیاز ہے، سب کی پناہ اور سب پر فائق ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ ہی وہ پیدا کیا گیا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔ (الاخلاص ۱۱۲)

اللہ جل شانہ نے اس مختصر سورہ پاک میں عقیدہ توحید کی تمام جزئیات اور شرک کی ممکنہ شکلوں کو باطل قرار دیا، عقائد اسلامیہ کا یہ خوبصورت خلاصہ اپنے اعجاز و اختصار کے باوجود اتنا جاندار ہے کہ حضور ﷺ نے سورہ اخلاص کو قرآن کا تیسرا جزو قرار دیتے ہوئے فرمایا جس نے تین مرتبہ اس سورت کو پڑھا گویا اس نے پورا قرآن پڑھ لیا۔ (متفق علیہ)

حضور کے صاحبزادگان کی بچپن میں وفات کی حکمت

جس طرح اس سورہ مبارکہ میں بیان کئے جانے والے مضامین کا خلاصہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے، وہ بے نیاز ہے، اس کا کوئی بیٹا نہیں، اگر اس کا کوئی بیٹا ہوتا تو وہ بھی خدا ہوتا اور یہی یہ شرک ہوتا اور اس کی وحدانیت پر حرف آتا۔ توحید توحید نہ رہتی۔ جس طرح توحید الوہیت نے رب کو بیٹے سے پاک رکھا اسی طرح شان ختم نبوت نے حضور ﷺ کو جوان بیٹے سے علیحدہ رکھا۔ اگر حضور ﷺ کا کوئی جوان بیٹا ہوتا تو وہ بھی پیغمبر ہوتا اور اگر پیغمبر نہ ہوتا تو (نعوذ باللہ) شان رسالت میں کمی آتی اور پیغمبر ہوتا تو ختم نبوت کی شان ختم ہو جاتی۔ حضور نبی اکرم ﷺ خاتم النبیین نہ رہتے، حدیث پاک میں آتا ہے، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ جو حضور نبی

اگر ﷺ کے صاحبزادے تھے بچپن ہی میں وفات پاگئے لیکن ان کی عمر باقی صاحبزادگان حضرات سے نسبتاً زیادہ تھی۔

۱۔ ان کی وفات پر آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا:

عن ابن عباس قال لمامات ابراہیم ابن رسول اللہ ﷺ وقال ان له مرضعا في الجنة ولو عاش لكان صديقا نبياً (سنن ابن ماجہ: ۱۰۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ وفات پاگئے تو آپ ﷺ نے ان کا جنازہ پڑھایا اور فرمایا ان کے لئے جنت میں دودھ پلانے والی ہے اور اگر زندہ رہتے تو سچے نبی ہوتے۔

۲۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی انہی کے بارے میں کہتے ہیں۔

مات صغیر ولو قضی ان یکون بعد محمد ﷺ نبی عاش ابنہ ولكن لا نبی بعده (صحیح البخاری: ۲: ۹۱۴)

آپ (حضرت ابراہیم) صغریٰ میں وصال فرما گئے اور اگر یہ فیصلہ قدرت کا ہوتا کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی ہو تو آپ کے یہ صاحبزادے زندہ ہوتے مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔

۳۔ اسی طرح مسند احمد میں روایت ہے:

حضرت سدی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر حضور نبی اکرم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ زندہ رہتے تو وہ اللہ کا سچا نبی ہوتا۔

عن السدی قال سمعت أنس بن مالك يقول لو عاش ابراهيم ابن النبي ﷺ لكان صديقاً نبياً.

(مسند احمد بن حنبل، ۳: ۱۳۳)

اس لئے اللہ رب العزت نے انہیں بچپن ہی میں اپنے پاس بلا لیا، انہوں نے موت کو قبول کر کے حضور ﷺ کی شان ختم نبوت کو زندہ رکھا۔ صحیح بخاری اور دیگر کتب صحاح کی روایات سے معلوم ہوا کہ اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو حضور ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو زندہ رکھا جاتا۔ انہیں بچپن ہی میں موت کی آغوش میں اس لئے دے دیا گیا کیونکہ حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کو نہیں آنا تھا۔

فیض نبوت و ولایت کی بقاء کا الوہی نظام

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دو دعائیں مانگی تھیں ایک یہ کہ باری تعالیٰ میری ذریت سے خاتم الانبیاء پیدا فرما۔ دوسرے میری ذریت کو منصب امامت عطا کر چنانچہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شکل میں نبی آخر الزماں تشریف لے آئے

حضور ﷺ پر نبوت ختم ہو جانے کے بعد اب یہ لازمی تقاضا تھا کہ حضور رحمت کونین ﷺ کی نبوت کا فیض اب امامت و ولایت کی شکل میں آگے چلے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں ولایت بھی آگئی، حضور ﷺ کا اپنا صلیبی بیٹا نہ تھا۔ سو اب نبوت مصطفیٰ ﷺ کا فیض اور امامت و ولایت مصطفوی کا مظہر تھا اسلئے ضروری تھا کہ یہ کسی مقدس اور محترم خاندان سے چلے۔ ایسے افراد سے چلے جو حضور رحمت عالم ﷺ کا صلیبی بیٹا تو نہ ہو مگر ہو بھی جگر گوشہ رسول، چنانچہ اس منصب عظیم کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضور ﷺ کی لاڈلی بیٹی خاتون جنت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا پر قدرت کی نگاہ انتخاب پڑی۔

حضرت علیؑ اور حضرت سیدہ فاطمہؑ کی شادی کا آسمانی فیصلہ

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی رضا اور مشعیت سے یہ

مقدس ہستیاں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئیں۔ حدیث پاک میں ہے:

عن عبد اللہ بن مسعود عن رسول اللہ ﷺ قال ان الله امرني ان ازوج فاطمة من علي رضي الله عنهما
 حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت فاطمہؑ کا حضرت علیؑ سے نکاح کرنے کا حکم دیا۔
 (المجم الکبیر للطبرانی، ۱۰: ۱۵۶: ۱۰۵: ۱۰۳۰۵)

تاجدار کائنات ﷺ نے فرمایا کہ علیؑ اور فاطمہؑ کی شادی کا فیصلہ آسمانوں پر ہو چکا تھا۔ یہ شادی امرالہی سے سرانجام پائی اس لئے کہ حضرت علیؑ سے ولایت مصطفیٰ کے سلسلے کو قائم ہونا تھا اور حضرت علیؑ کو تکمیل دعائے ابراہیمؑ کا ذریعہ بنانا تھا اسی مقصد کے لئے تاجدار کائنات ﷺ سے ان کی حضرت فاطمہؑ کے ذریعہ ایک اور

مضبوط اور پاکیزہ نسبت بھی قائم ہوئی۔ آئندہ صفحات میں ہم دو الگ الگ فصلوں میں ان دونوں مقدس ہستیوں کے فضائل و مناقب جو صحیح روایات سے ثابت ہیں اور اہل سنت والجماعت کے ہاں ان کی کتابوں میں درج ہیں کو بیان کریں گے تاکہ معلوم ہو جائے کہ مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہما اور ان کی اولاد اطہار جمہور اہل اسلام کے ہاں محترم و مکرم اور قابل عزت و تکریم ہیں یہ نہ تو کسی خاص فرقے کا مشرب و مسلک ہے اور نہ کسی کی خاص علامت ہے اور ایسا ہو بھی کیونکہ یہ خانوادہ نبوت ہے اور جملہ مسلمانوں کے ہاں معیار حق اور مرکز و محور ایمان و عمل ہے۔

فضائل مولائے کائنات رضی اللہ عنہ

خليفة چهارم حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ تخریک اسلامی کے عظیم قائد، نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے انتہائی معتبر ساتھی، جاں نثار مصطفیٰ اور داماد رسول تھے۔ آپ کی فضیلت کے باب میں ان گنت احادیث منقول ہیں جن میں سے بعض کا تذکرہ ذیل میں کیا جا رہا ہے۔

حضرت علیؑ کی صلب سے نبی کی ذریت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت اس کی صلب سے اجاری فرمائی اور میری ذریت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی صلب سے چلے گی۔

۱. عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ عز و جل جعل ذریۃ کل نبی فی صلبہ و ان اللہ جعل ذریتی فی صلب علی بن ابی طالب رضی اللہ

- ۱۔ المعجم الکبیر لطبرانی، ۳: ۴۴، ج: ۲۶۳۰
 - ۲۔ مجمع الزوائد، ۹: ۱۷۲
 - ۳۔ تاریخ بغداد، ۱: ۳۱۷
 - ۴۔ کنز العمال، ۱۱: ۴۰۰، ج: ۳۲۸
 - ۵۔ لسان المیزان، ۳: ۳۲۹، ج: ۱۶۸
 - ۶۔ میزان الاعتدال، ۲: ۵۸۶، ج: ۴۹۵
 - ۷۔ العلل المتناہیۃ لابن جوزی، ۱: ۲۱۰
- حضرت علیؑ کی صلب سے نبی کے قائم مقام

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو غزوہ تبوک میں اپنا خلیفہ بنایا تو انہوں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں میں خلیفہ بنایا ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ آپ اس چیز پر راضی نہیں کہ آپ میرے لئے اس طرح بن جائیں جس طرح کہ ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قائم مقام تھے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

۲. عن سعد بن ابی وقاص قال خلف رسول الله على بن ابی طالب فی غزوه تبوک فقال یا رسول الله تخلفنی فی النساء والصبيان فقال اما ترضی ان تكون منی بمنزلة هارون من موسیٰ غیر انه لا نبی بعدی

۱۔ صحیح مسلم، ۴: ۱۸۷۰-۱۸۷۱، کتاب فضائل الصحابة، باب ۴ من فضائل علی بن ابی

طالب، ج: ۴، ۲۴۰

۲۔ صحیح البخاری، ۳: ۱۳۵۸، کتاب المناقب، باب ۹ فضل الصحابة، ج: ۳، ۳۵۰

۳۔ صحیح البخاری، ۴: ۱۶۰۲، کتاب المغازی، باب ۷ غزوہ تبوک، ج: ۴، ۱۴۵

۴۔ سنن الترمذی، ۵: ۶۴۰-۶۴۱، کتاب المناقب، باب ۳۰ مناقب علی بن ابی طالب،

ج: ۲۴، ۳۰۶، ۳۰۳، ۳۱۳

۵۔ سنن ابن ماجہ، ۴: ۴۲، المقدمة، باب فضل علی بن ابی طالب، ج: ۱۱۵

۶۔ المستدرک للحاکم، ۳: ۱۰۹، کتاب معرفة الصحابة، باب ذکر بغض فضائل علیؓ

- ۷۔ المعجم الکبیر لطبرانی، ۱: ۱۴۶، ج: ۳۲۸
- ۸۔ المعجم الکبیر لطبرانی، ۱: ۱۴۸، ج: ۳۳۳، ۳۳۴
- ۹۔ المعجم الکبیر لطبرانی، ۲: ۲۴۷، ج: ۲۰۳۶
- ۱۰۔ المعجم الکبیر لطبرانی، ۵: ۲۰۳، ج: ۵۰۹۵، ۵۰۹۴
- ۱۱۔ المعجم الکبیر، ۱۱: ۶۱، ج: ۱۱۰۸۷
- ۱۲۔ مسند احمد بن حنبل، ۳: ۳۲،
- ۱۳۔ مسند احمد بن حنبل، ۴: ۴۳۸
- ۱۴۔ مسند احمد بن حنبل، ۳: ۳۳۸
- ۱۵۔ مسند ابی یعلیٰ، ۱: ۲۸۶، ج: ۳۴۵
- ۱۶۔ مسند ابی یعلیٰ، ۲: ۵۷، ج: ۶۹۸
- ۱۷۔ مسند ابی یعلیٰ، ۲: ۶۶، ج: ۷۰۹
- ۱۸۔ مسند ابی یعلیٰ، ۲: ۷۳، ج: ۷۱۸
- ۱۹۔ مسند ابی یعلیٰ، ۲: ۸۶، ج: ۷۳۹، ۷۳۸
- ۲۰۔ مسند ابی یعلیٰ، ۲: ۹۹، ج: ۷۵۵
- ۲۔ مصنف عبدالرزاق، ۱۱: ۲۲۶، ج: ۲۰۳۹۰، باب اصحاب النبی ﷺ
- ۳۔ مجمع الزوائد، ۹: ۱۰۹، باب منزلة رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۳۔ سنن ابن ماجہ، ۱: ۴۲-۴۳، المقدمة، باب ۱۱ فضل علی بن ابی طالبؑ ج: ۱۱۵
- امام ترمذی نے اس حدیث پاک کو حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے اور اس کے رجال اور سند کو ثقہ کہا ہے۔
- ۱۔ امام ابو یعلیٰ اور امام طبرانی نے جو حدیث ام سلمہ سے روایت کی ہے اسکی اسناد ثقہ ہے۔

۲۔ امام بزار اور امام طبرانی نے جو حدیث ابن عباس سے روایت کی ہے اسکی اسناد بھی ثقہ ہے۔

۳۔ امام طبرانی نے حضرت زبیر سے جو روایت کی ہے اسکے رجال کی اسناد بھی ثقہ ہے۔

۳۔ عن زید بن ارقم قال كانت
فلنفر من اصحاب رسول
الله ﷺ ابواب شارعة في
المسجد فقال يوماً سدوا هذه
الابواب الاباب علي قال
فتكلم في ذلك ناس فقام
رسول الله ﷺ فحمد الله و
اثني عليه ثم قال اما بعد فاني
امرت بسد هذه الابواب غير
باب علي فقال فيه قائلكم
والله ما سددت شيئاً ولا فتحته
ولكن امرت شي فاتبعته
(المستدرک للحاکم، ۳: ۱۲۵)

حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے
کہ اصحاب رسول ﷺ میں سے بعض
کے گھروں کے دروازے مسجد نبوی
(کے صحن) کی طرف کھلتے تھے ایک
دن حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ان
تمام دروازوں کو بند کر دو سوائے باب
علی کے راوی کہتے ہیں کہ بعض
لوگوں نے چہ می گوئیاں کیں اس پر
حضور نبی اکرم ﷺ نے خطبہ ارشاد
فرمایا: حمد و ثناء کے بعد فرمایا مجھے باب
علی کے سوا ان تمام دروازوں کو بند
کرنے کا حکم دیا گیا ہے پس تم میں سے
کسی نے اس بات پر اعتراض کیا ہے
خدا کی قسم نہ میں کسی چیز کو کھولتا اور نہ

بند کرتا ہوں مگر یہ کہ مجھے اس چیز
کے کرنے کا حکم دیا جاتا ہے پس میں
اس (حکم خداوندی) کی اتباع کرتا
ہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں وہی فیصلے کرتا ہوں جن کا مجھے حکم دیا جاتا ہے۔
حکمت اس میں یہ تھی کہ جب کسی پر غسل واجب ہوگا اور وہ غسل کے لئے گھر سے
نکلے گا تو ایسی حالت میں مسجد نبوی میں قدم رکھے گا اور مسجد کا تقدس مجروح ہوگا، غسل
واجب ہو تو صرف دو افراد مسجد میں قدم رکھ سکتے ہیں ایک محمد مصطفیٰ ﷺ اور
دوسرے علی مرتضیٰؑ۔ حدیث پاک میں آتا ہے:

۴. عن ابی سعید قال قال
رسول اللہ ﷺ لعلی یا علی لا
یحل لاحد ان یجنب فی هذا
المسجد غیرى و غیرک
حضرت ابو سعید حذریؓ روایت کرتے
ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت علیؑ
رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی
میرے اور تمہارے سوا کسی کے لئے
جائز نہیں کہ اس مسجد (نبوی) میں
حالت جنابت میں رکھے۔

یہ اس لئے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حضور نبی رحمت ﷺ کے جسم
اطہر اور روح اقدس سے ظاہری بھی اور باطنی بھی ایک خاص تعلق قائم ہو چکا تھا۔
اس حدیث کو جن اجل ائمہ کرام نے اپنی کتب میں روایت کیا ہے وہ
مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مسند ابی یعلیٰ، ۲: ۳۱۱، ج: ۱۰۴۲

۲۔ مجمع الزوائد، ۹: ۱۱۵

- ۳۔ المعجم الکبیر الطبرانی ۲: ۲۴۶، ح: ۲۰۳۱
 ۴۔ مسند احمد بن حنبل ۱: ۱۷۵
 ۵۔ مسند احمد بن حنبل ۱: ۳۳۱
 ۶۔ مسند احمد بن حنبل ۲: ۲۶
 ۷۔ مسند احمد بن حنبل ۴: ۳۶۹
 ۸۔ کنز العمال ۱۱: ۵۹۸، فضائل علیؑ رقم حدیث: ۳۲۸۷۷

منافق کی نشانی

حدیث میں آتا ہے:

۵. عن زر قال قال علی والذی
 فلق الحبة و برالنسمة انه
 لعهد النبی ﷺ الی ان لا
 یحبنی الا مومن ولا یبغضنی
 الا منافق

حضرت علیؑ بیان کرتے ہیں کہ قسم
 ہے اس ذات کی جس نے دانہ چیرا اور
 جس نے جانداروں کو پیدا کیا رسول
 اللہ ﷺ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ
 مجھ سے صرف مومن ہی محبت کرے
 گا اور صرف منافق مجھ سے بغض
 رکھے گا۔ (صحیح مسلم: ۶۰)

حضرت علیؑ شیر خدا نے فرمایا کہ حضور رحمت عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ
 علی! مجھے اس رب کی قسم ہے جس نے مخلوق کو پیدا کیا کہ سوائے مومن کے تجھ سے
 کوئی محبت نہیں کر سکتا اور سوائے منافق کے کوئی تجھ سے بغض نہیں رکھ سکتا۔
 ۶۔ ام المؤمنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

کان رسول اللہ ﷺ یقول لا
 یحب علیا منافق ولا یبغضه
 مومن
 حضور ﷺ یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے
 کہ کوئی منافق علی رضی اللہ عنہ سے
 محبت نہیں کر سکتا اور کوئی مومن علی
 رضی اللہ عنہ سے بغض نہیں رکھ سکتا۔
 (جامع الترمذی، ۲: ۲۱۳)

ہم نے ان فرامین رسول کو بھلا دیا ہے، ہم نے خود کو شیعہ سنی کے خانوں میں
 تقسیم کر رکھا ہے، ہم اپنے آنکھوں میں نفرت کی دیواریں تعمیر کر رہے ہیں حالانکہ
 شیعہ سنی جنگ کا کوئی جواز ہی نہیں۔ علمی اختلافات کو علمی دائرے میں ہی رہنا چاہئے،
 انہیں نفرت کی بنیاد نہیں بننا چاہئے، مسجدیں اور امام بارگاہیں مقتلوں میں تبدیل ہو رہی
 ہیں مسلک کے نام پر قتل و غارتگری کا بازار گرم ہے، بھائی بھائی کا خون بہا رہا ہے اب
 نفرت اور کدورت کی دیواروں کو گر جانا چاہئے، ہر طرف اخوت اور محبت کے چراغ
 جلنے چاہئیں، حقیقت ایمان کو سمجھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ تاجدار کائنات ﷺ کی
 زوجہ محترمہ ام المؤمنین حضرت ام سلمیٰؓ کی زبانی رسول خدا ﷺ کے اس فرمان سے
 بڑھ کر بڑی شہادت اور کیا ہوتی۔ چنانچہ حق و باطل کے درمیان یہی کیفیت صحابہ کرام
 کا معیار تھی۔

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ جتنی احادیث روایت کی گئی ہیں
 پاکی جائیں گی سب صحاح ستہ اور اہل سنت کی دیگر کتب احادیث سے لی گئی ہیں یہ اس
 لئے تاکہ معلوم ہو کہ شیعہ اور سنی بھائیوں کے درمیان اختلافات کی جو خلیج حائل کر
 دی گئی ہے وہ سراسر بے بنیاد ہے فکری مغالطوں اور غلط فہمیوں کے سوا ان میں کچھ بھی
 نہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے:

۷. عن ابی سعید الخدریؓ قال
ان کنا لنعرف المنافقین نحن
معشر الانصار ببغضهم علی
ابن طالب
حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت
ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ انصار میں
سے ہیں۔ ہم منافقوں کو حضرت علیؓ
کے ساتھ بغض و عداوت کی وجہ سے
پہچانتے ہیں۔
(جامع الترمذی ۲، ۲۱۳)

فرمایا کہ اپنے دور میں ہمیں اگر کسی منافق کی پہچان کرتی ہوتی تو یہ پہچان
حضرت علیؓ کے بغض سے کر لیتے جس کے دل میں حضرت علیؓ شیر خدا کا بغض ہوتا
صحابہؓ پہچان لیتے کہ وہ منافق ہے اس لئے کہ صحابہؓ بھی جانتے تھے کہ ولایت
مصطفیٰ ﷺ کا سلسلہ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے چلے گا۔ اس مفہوم کی دیگر روایات
مندرجہ ذیل کتب میں بھی منقول ہیں۔

- ۱۔ سنن نسائی، ۸: ۱۱۶، کتاب الایمان، باب علامۃ الایمان
- ۲۔ سنن نسائی، ۸: ۱۱۷، کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق
- ۳۔ سنن ابن ماجہ، ۴۲: ۱، المقدمة، فضل علی بن ابی طالبؓ ح: ۱۳۱
- ۴۔ مسند احمد بن حنبل، ۴: ۱، ۸، ۹، ۱۲۸
- ۵۔ مسند ابی یعلیٰ، ۱: ۲۵۱، ح: ۲۹۱
- ۶۔ مسند الحمیدی، ۱: ۳۱، ح: ۵۸
- ۷۔ المعجم الاوسط للطبرانی، ۳: ۸۹، ح: ۲۱۷۷
- ۸۔ مسند ابی یعلیٰ، ۳: ۱۷۹، ح: ۱۶۰۲
- ۹۔ مجمع الزوائد، ۹: ۱۳۲
- ۱۰۔ مسند احمد بن حنبل، ۶: ۲۹۲

علیؑ مجھ سے اور میں علی سے ہوں

۸۔ بخاری شریف میں حضرت براءؓ کی ایک روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

انت منی و انا منک
اے علی تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے
(صحیح البخاری، ۲: ۶۱۰) ہوں۔

فرمایا تا جدار کائنات ﷺ نے کہ علی! اعلان کر دو کہ دنیا والے جان لیں کہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں، حضرت امام حسینؑ کے بارے میں یہ روایت عام ہے:

عن یعلی بن مرة قال قال
رسول اللہ ﷺ حسین منی و
انا من حسین، احب الله من
احب حسینا حسین سبط من
الاسباط
حضرت یعلی بن مرة سے مروی ہے
کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حسین
مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔
اللہ اس شخص سے محبت کرتا ہے جس
نے حسین سے محبت کی حسین نواسوں
میں ایک نواسا ہے۔
(جامع الترمذی، ۲: ۲۹)

جبکہ مذکورہ بالا روایت میں یہی بات حضرت علی کے بارے میں ارشاد فرمائی

میں علی سے ہوں اور علی مجھ سے ہے۔ اب تو غلط فہمیوں کا گرد و غبار چھٹ جانا چاہئے، محبت کی ایک نئی صبح کا سورج طلوع ہونا چاہئے، مسالک کو ختم کرنا ممکن نہیں لیکن مسالک کے نام پر نفرتوں کی تقسیم کا کاروبار تو بند ہونا چاہئے، حدیث مذکورہ کا مطلب

ہے کہ علی! تو میرا مظہر ہے اور میں تیرا مظہر ہوں، تیرا صدور مجھ سے ہے اور میرا ظہور تجھ سے ہے۔ دیگر بہت سے ائمہ حدیث نے بھی اس مفہوم کی روایات بیان کی ہیں

مثلاً۔

۱۔ سنن الترمذی، ۵: ۶۳۵، کتاب المناقب، باب ۲۱، ح: ۳۷۱۶

۲۔ المسند رک للمحاکم، ۳: ۱۰۱۱۱، ۱۲۰

۳۔ المعجم الکبیر لظہرانی، ۱: ۳۱۸، ح: ۹۴۱

۴۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۴: ۶۶، ح: ۳۵۱۱۴، ۱۳

۵۔ مسند احمد بن حنبل، ۴: ۴۳۸

علی کرم اللہ وجہہ شہر علم و حکمت کا دروازہ

ایک حدیث عام ہے کہ تاجدار کائنات حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ مکمل حدیث یوں ہے:

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں پس جو کوئی علم کا ارادہ کرے وہ دروازے کے پاس آئے۔

۹۔ عن ابن عباسؓ انه قال
النبي ﷺ انا مدينة العلم و
علي بابها فمن اراد العلم
فليات الباب
۱۔ المعجم الکبیر لظہرانی، ۱۱: ۵۵
۲۔ مستدرک للمحاکم، ۳: ۱۲۶-۱۲۷

رح: ۱۰۶۱

۳۔ مجمع الزوائد، ۹: ۱۱۴

حدیث پاک کا دوسرا حصہ کہ پس جو کوئی علم کا ارادہ کرے وہ دروازے کے پاس آئے، بہت کم بیان کیا جاتا ہے۔ ارشاد کا مدعا یہ ہے کہ جس کو مصطفیٰ ﷺ کا علم درکار ہے وہ علی کے دروازے پر آئے یہ درچھوڑ کر کوئی علم مصطفیٰ ﷺ کی دہلیز کو

نہیں پاسکتا۔

۱۰۔ اسی طرح ایک روایت ہے کہ:

عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ انا دار الحکمة و علی بابها
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا
میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

۱۔ جامع الترمذی ۵: ۶۳۷، کتاب المناقب باب ۲۱

۲۔ کنز العمال ۱۳، ۱۴، ج ۳۶۴۶۲

علی کا ذکر عبادت ہے

اصحاب رسول اخوت و محبت کے لازوال رشتے میں بندھے ہوئے تھے یہ عظیم انسان حضور کے براہ راست تربیت یافتہ تھے ان کی شخصیت کی تعمیر اور کرداری کی تشکیل خود معلم اعظم حضور سرور کونین ﷺ نے فرمائی تھی، حکمت اور دانائی حضور ﷺ کے صحابہ کرام کے گھر کی باندی تھی، ایثار و قربانی کا جذبہ ان کے رگ و پے میں موجزن تھا۔ مواخات مدینہ کی فضا سے اصحاب رسول کبھی باہر نہ آسکے یہ فضا اخوت و محبت کی فضا تھی بھائی چارے کی فضا تھی۔ محبت کی خوشبو ہر طرف ابر کرم کی طرح برس رہی تھی، صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار میں کوئی فرق نہ تھا۔ اعتماد اور احترام کے سرچشمے سب کی روحوں کو سیراب کر رہے تھے اور عملاً ثابت ہو رہا تھا کہ فکری اور نظریاتی رشتے خون کے رشتوں سے زیادہ مستحکم اور پائیدار ہوتے ہیں۔ غلط فہمیوں پر مبنی تفریق و دوری کی خود ساختہ کہانیاں بعد میں تخلیق کی گئیں۔ جنگ جمل کے تلخ واقع کو ذہن میں رکھتے ہوئے عام طور پر بعض کوتاہ اندیش یہ سمجھتے ہیں کہ ام المؤمنین

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہا لکریم کے درمیان بغض و عداوت کی بلند و بالا دیواریں قائم رہیں، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے، جنگ جمل کے اسباب کچھ اور تھے جو اس وقت ہمارے موضوع سے خارج ہیں لیکن ان دونوں عظیم ہستیوں میں مخاصمت کے افسانے تراشنے والوں کو اس روایت پر غور کرنا چاہیے۔

۱۱. عن عائشہ انہ قال ذکر
حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے
کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا
حضرت علی کا ذکر عبادت ہے۔

۱- فردوس الاخبار للذیلی ۲: ۳۶۷، ج: ۴، ۲۹۷

۲- کنز العمال، ۱۱: ۶۰، ج: ۳۲۸۹

گھر میں تاجدار کائنات ﷺ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی تیسرا شخص موجود نہ تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تنہا فرمان رسول ﷺ سن رہی تھیں اگر چاہتیں تو باہر کسی سے بیان نہ کرتیں۔ دل میں (خدا نخواستہ) کھوٹ یا میل ہوتا تو چپ سادھ لیتیں اور یہ حدیث چھپا لیتیں کہ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان ہے۔ لیکن بلا کم و کاست فرمان رسول نقل کر دیا کیونکہ حقیقت چھپا کر رکھنا منافقت کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام اور اہلبیت اطہار کو بغض و منافقت جیسی روحانی بیماریوں سے کلیتاً صاف فرمایا تھا۔

اللہ کی عزت کی قسم اگر کسی کی ساری رات حب علی میں علی علی کرتے گزر

گئی تو خدا کے حضور یہ ورد عبادت میں شمار ہوگا کیونکہ رحمت عالم ﷺ کے بیان کے مطابق علی کا ذکر عبادت ہے۔

چہرہ علی رضی اللہ عنہ کو دیکھنا بھی عبادت

۱۲۔ اسی طرح ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی روایت کرتی ہیں۔

کان ابوبکر یكثر النظر الی
وجہ علی فسالہ عائشۃ فقال
سمعت رسول اللہ ﷺ النظر
الی وجہ علی عبادۃ
(الصواعق المحرقة، ۱۷۷)

حضرت ابوبکر صدیقؓ بڑی کثرت کے
ساتھ حضرت علیؓ کے چہرے کو دیکھتے
رہتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے ان سے
اس بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا
کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے
سنا ہے کہ حضرت علی کے چہرے کو
دیکھنا عبادت ہے۔

۱۳۔ اسی طرح ایک اور روایت ہے:

عن عبد اللہ عن النبی ﷺ قال
النظر الی وجہ علی عبادۃ

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی
ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا
کہ حضرت علی کے چہرے کی طرف
دیکھنا عبادت ہے۔

۱۔ المستدرک للحاکم، ۳: ۱۴۱-۱۴۲

۲۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۰: ۷۷۷ ح، ۳۲۸۹۵

۳۔ فردوس الاخبار للذہبی، ۵: ۴۲ ح، ۱۷۱۷

۴۔ کنز العمال، ۱۱: ۶۰ ح، ۳۲۸۹۵

۵۔ مجمع الزوائد، ۹: ۱۱۱

یار غار حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ علی کے چہرے کو دیکھنا

عبادت ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت علی شیر خدا کا ذکر جمیل بھی عبادت ہے پھر ابو بکر کے ماننے والوں اور حضرت علی کے پیروکاروں میں یہ دوریاں کیوں؟ یہ فاصلے کیوں؟ علی کو ماننے والو! تم ابو بکر کو ماننے والوں سے دور کیوں ہو گئے ہو؟

ان مقدس ہستینوں میں کوئی مغائرت اور دوری نہیں تھی وہ تو ایک ہی مشعل کی نورانی کرنیں تھیں مگر آج مسلمانوں نے خود ساختہ ترجیحات نکال نکال کر کئی گروہ تشکیل دے رکھے ہیں اور آئے روز ان کے درمیان خون ریزی کا بازار گرم رہتا ہے۔

اے گرفتار ابو بکر و علی ہوشیار باش

حضرت علیؑ مولائے کائنات

چونکہ ولایت مصطفیٰ ﷺ کا فیض حضرت علی سے چلنا تھا اور ”ذبح عظیم“ حسین کو ہونا تھا اس لئے ضروری تھا کہ ولایت مصطفیٰ ﷺ ولایت علی شیر خدا بن جائے اور ولایت علی شیر خدا ولایت مصطفیٰ ﷺ تصور کی جائے۔ روایت کے آئینہ خانے میں ایک اور عکس ابھرتا ہے غبار نفاق چھٹ جاتا ہے اور حقائق کا چہرہ مزید اجلا ہو جاتا ہے:

۱- عن ریح بن الحرث قال
جاء رھط الی علی بالرحبط
فقالوا السلام علیکم یا مولانا
قال کیف اکون مولا کم و

حضرت ریح بن حرث روایت کرتے
ہیں کہ ایک گروہ حضرت علی کے پاس
رحبط کے مقام پر آیا انہوں نے کہا اے
ہمارے مولا تجھ پر سلام ہو آپ نے

فرمایا میں کیسے تمہارا مولا ہوں جبکہ تم
عرب قوم ہو انہوں نے کہا کہ ہم نے
”غدیر خم“ کے مقام پر حضور نبی
کریم ﷺ سے سنا ہے کہ جس کا میں
ولی ہوں اس کا یہ (علی) مولا ہے۔

انتم قوم عرب قالوا سمعنا
رسول اللہ ﷺ یو غدیر خم
یقول من كنت مولاہ فان هذا
مولاہ

(مسند احمد بن حنبل، ۵: ۲۱۹)

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا کہ جس کا

میں ولی ہوں علی اس کا مولا ہے۔

۱۵۔ ایک دوسرے مقام پر آتا ہے:

حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے
کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں جس کا
مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔

عن زید بن ارقم عن النبی ﷺ
قال من كنت مولاہ فعلی مولاہ
(جامع الترمذی، ۲: ۲۱۳)

پہلے تاجدار عرب و عجم نے فرمایا کہ جس کا میں ولی ہوں علی اس کا مولا ہے
پھر فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کا علی بھی مولا ہے۔ نبی ہونے اور نبی کا امتی ہونے کا
فرق رہتا ہے لیکن دوئی کا ہر تصور مٹ جاتا ہے اس لئے کہ باطل دوئی پسند اور حق لا
شریک ہے۔ پھر حضور ﷺ نے بارگاہ خداوندی میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے اور
فرمایا میرے اللہ جو علی کو ولی جانے تو اس کا ولی بن جائے جو علی سے دوستی کرے تو بھی
اس کا دوست بن جا اور جو علی سے دشمنی کرے تو بھی اس کا دشمن ہو جا جو علی کی مدد
کرے تو بھی اس کی مدد کر اور جو علی کے ساتھ ہے تو بھی اس کے ساتھ ہو جا ذیل میں
متعلقہ حدیث پاک درج کی جا رہی ہے:

حضرت عمرو بن ذی مرو اور حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے یوم غدیر خم کے موقع پر خطبہ ارشاد فرمایا کہ جس کا میں ولی ہوں علی اس کے ولی ہیں۔ ”اے اللہ تو اس سے الفت رکھ جو علی سے الفت رکھتا ہے اور تو اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھتا ہے اور تو اس کی مدد کر جو اس کی مدد کرتا ہے اور اس کی اعانت کر جو علی کی اعانت کرتا ہے۔“

گویا حضرت علی کے چہرہ انور کو دیکھتے رہنا بھی عبادت، ان کا ذکر بھی عبادت، حضور فرماتے ہیں کہ علی تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں ارشاد ہوا کہ جس کا ولی میں ہوں علی اس کا مولا ہے پھر ارشاد ہوا کہ جس کا میں مولا علی بھی اس کا مولا اور یہ کہ میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ، علم کا حصول اگر چاہتے ہو تو علی کے دروازے پر آ جاؤ اور دوستی اور دشمنی کا معیار بھی علی ٹھہرے۔

حضرت ابی طفیلؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے پاس رجبہ کے مقام پر بہت سارے لوگ جمع تھے ان میں سے ہر ایک نے قسم کھا کر کہا کہ

۱۶. عن عمرو بن ذی مرو زید بن ارقم قال خطب رسول الله ﷺ يوم غدیر خم فقال من كنت مولاه فعلى مولاه اللهم وال من والاه و عاد من عادہ وانصر من نصره و اعن من اعانه

المعجم الکبیر للطبرانی ۴: ۷۱، ج: ۳۵۱۴

۱۷. عن ابی طفیل قال جمع علیؓ الناس فی الرحبة ثم قال لهم انشد الله کل امرئ مسلم سمع رسول الله ﷺ يقول

ہم میں سے ہر شخص نے حضور نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے غدیر خم کے موقع پر خطاب فرمایا جس کو وہاں کھڑے ہوئے تیس آدمیوں نے سنا۔ ابو نعیم نے کہا کہ بہت سارے لوگ جمع تھے انہوں نے گواہی دی کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں سے فرمایا کہ کیا تم جانتے نہیں کہ میں مؤمنین کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں انہوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا جس کا میں ولی ہوں اس کا علی ولی ہے اے اللہ تو بھی الفت رکھ جو اس سے الفت رکھتا ہے اور تو اس سے عداوت رکھ جو اس کے ساتھ عداوت رکھتا ہے۔

یوم غدیر خم ماسمع لما قام فقام ثلاثون من الناس و قال ابو نعیم فقام ناس کثیر فشهدوا حین اخذ بیدہ فقال للناس اتعلمون انی اولی بالمومنین من انفسهم قالوا نعم یا رسول اللہ قال من کنت مولاه فهذا علی مولاه اللهم وال من والاه و عاد من عاداه (مسند احمد بن حنبل، ۳: ۷۰۷)

اصحاب بدر کی گواہی

روایات میں مذکور ہے کہ ان تیس صحابہ میں اصحاب بدر بھی موجود تھے غزوہ بدر میں شریک ہونے والوں نے بھی گواہی دی کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا اور ہم

نے سنا تھا اور دیکھا کہ حضور ﷺ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر اونچا کیا اور ہم سب سے کہا تھا کہ مسلمانو! کیا تم نہیں جانتے کہ میں مسلمانوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب تر ہوں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا سچ فرمایا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے آپ ہم سب کی جانوں کے بھی قریب تر ہیں، فرمایا مجھے عزیز رکھنے والو سنو! میں اس کا عزیز ہوں جو علی کو عزیز رکھتا ہے جس کا میں مولا ہوں اس کا علی بھی مولا ہے، اے مالک! تو بھی اس کا ولی بن جا جو علی کو ولی جانے۔

۱۸. عن زیاد بن ابی زیاد حضرت زیاد بن ابی زیاد نے حضرت سمعت علی بن ابی طالب سے سنا کہ جو لوگوں سے گفتگو فرما ینشد الناس فقال انشد الله رہے تھے کہ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے غدیر خم کے موقع پر حضور نبی کریم ﷺ سے سنا وہ سچ ہے اور اس چیز کی بارہ بدری صحابہ نے کھڑے ہو کر گواہی دی۔

(مسند احمد بن حنبل: ۱/۸۸)

اس حدیث کو روایت کرنے والوں میں حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت مالک بن حویرث، ابو سعید خدری، حضرت عمار بن یاسر، حضرت براء بن عازب، عمر بن سعد، عبداللہ ابن مسعود، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

جو شخص ولایت علی کا منکر ہے وہ نبوت مصطفیٰ ﷺ کا منکر ہے، جو فیض علی کا منکر ہے وہ فیض مصطفیٰ ﷺ کا بھی منکر ہے جو نسبت علی کا منکر ہے، وہ نسبت مصطفیٰ

ﷺ کا منکر ہے، جو قربت علی کا باغی ہے وہ قربت رسول ﷺ کا باغی ہے، جو حب علی کا باغی ہے وہ حب مصطفیٰ ﷺ کا بھی باغی ہے اور جو مصطفیٰ ﷺ کا باغی ہے وہ خدا کا باغی ہے۔

۱۹۔ فرمایا رسول محتشم نے:

حضرت عمار بن یاسر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھ پر ایمان لایا اور جس نے میری نبوت کی تصدیق کی میں اس کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ علی کی ولایت کو مانے جس نے علی کی ولایت کو مانا اس نے میری ولایت کو مانا اور جس نے میری ولایت کو مانا اس نے اللہ عزوجل کی ولایت کو مانا۔

عن عمار بن یاسر قال قال رسول الله ﷺ اوصی من آمن بی وصدقنی بو لایة علی بن ابی طالب من تولاه فقد تولانی ومن تولانی فقد تولی الله عزوجل ومن احبه فقد اجنی

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص قیامت تک مجھ پر ایمان لایا اور جس نے

میری نبوت کی تصدیق کی میں اس کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ علی کی ولایت کو مانے۔ علی وصیت مصطفیٰ ﷺ ہے، ولایت علی وصیت مصطفیٰ ﷺ ہے، حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے علی کی ولایت کو مانا اس نے میری ولایت کو مانا جس نے میری ولایت کو مانا اس نے اللہ کی ولایت کو مانا، جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ جس نے مجھ سے محبت کی اس نے خدا سے محبت کی، جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا۔

اور جس نے علی سے محبت کی اس نے
مجھ سے محبت کی جس نے مجھ سے
محبت کی اس نے خدا سے محبت کی جس
نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ
سے بغض رکھا جس نے مجھ سے بغض
رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا۔

۲۰۔ ومن احبني فقد احب الله
تعالیٰ ومن ابغضه فقد ابغضی
ومن ابغضی فقد ابغض الله
عزوجل
(مجمع الزوائد، ۹: ۱۰۹)

اسی مفہوم کی دیگر روایات مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ کریں۔

- ۱۔ مسند احمد بن حنبل، ۱: ۸۴
- ۲۔ مسند احمد بن حنبل، ۱: ۱۱۹
- ۳۔ مسند احمد بن حنبل، ۴: ۳۷۰
- ۴۔ ابن ماجہ المقدمہ، ۳۳: باب ۱۱، فضل علی ابن ابی طالب، ح: ۱۱۶
- ۵۔ المعجم الکبریٰ للطبرانی، ۲: ۳۵۷، ح: ۲۵۰۵
- ۶۔ المعجم الکبریٰ للطبرانی، ۴: ۳، ح: ۴۰۵
- ۷۔ المعجم الکبریٰ للطبرانی، ۴: ۱۷۴، ح: ۴۰۵۳
- ۸۔ المعجم الکبریٰ للطبرانی، ۵: ۱۹۲، ح: ۴۰۵۹
- ۹۔ المعجم الاوسط للطبرانی، ۳: ۶۹، ح: ۲۱۳۱
- ۱۰۔ المعجم الکبریٰ الاوسط للطبرانی، ۳: ۱۰۰، ح: ۲۲۰۴
- ۱۱۔ المعجم الصغیر، ۶۴۔
- ۱۲۔ مسند ابی یعلیٰ، ۱: ۴۲۹، ۴۲۸، ح: ۵۶۷
- ۱۳۔ مسند ابی یعلیٰ، ۲: ۸۰، ۸۱، ح: ۴۵۸
- ۱۴۔ مسند ابی یعلیٰ، ۲: ۸۷، ح: ۴۶۴

۱۵۔ مسند ابی یعلیٰ ۲: ۱۰۵: ح ۹: ۴۷

۱۶۔ مسند ابی یعلیٰ ۲: ۱۰۵: ح ۸۰: ۴۸

۱۷۔ مسند ابی یعلیٰ ۲: ۲۷: ح ۴۵۴

۱۸۔ مسند ابی یعلیٰ ۳: ۱۳۹: ح ۹۳۷

۱۹۔ کنز العمال ۱۳: ۱۵۴: ح ۳۶۴۸

۲۰۔ کنز العمال ۱۳: ۱۵۷: ح ۳۶۴۸۶

۲۱۔ کنز العمال ۱۳: ۱۵۸: ح ۳۶۴۸۷

۲۲۔ مجمع الزوائد ۹: ۱۰۶: ۱۰۷

۲۳۔ موارد النعمان ۵۴۴: ح ۲۲۰۵

بغض علیؑ بغض خداش

۲۱۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ میں نے اپنے کانوں سے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے

عن ام سلمہ قالت اشهد انی سمعت رسول اللہ ﷺ يقول من احب عليا فقد احبني ومن احبني فقد احب الله ومن ابغض عليا فقد ابغضني ومن ابغضني فقد ابغض الله (ايضاً: ۱۳۴)

علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے
 بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض
 رکھا تحقیق اس نے اللہ سے بغض
 رکھا۔

دونوں جہانوں کے سید

۲۲. عن ابن عباس رضی اللہ
 عنہما قال نظر النبی ﷺ الی
 علی فقال یا علی انت سید فی
 الدنیا سید فی الاخرہ حبیب
 حبیبی و حبیبی حبیب اللہ
 وعدوک عدوی و عدوی
 عدو اللہ والویل لمن ابغضک
 بعدی

(المستدرک للحاکم ۳: ۱۲۸)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے
 روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ
 نے حضرت علیؓ کی طرف دیکھا اور
 فرمایا اے علی تو دنیا میں بھی سید ہے
 اور آخرت میں بھی سید ہے جو تیرا
 حبیب (دوست) ہے وہ میرا حبیب
 ہے اور جو میرا حبیب ہے وہ اللہ کا
 حبیب ہے جو تیرا دشمن ہے وہ میرا
 دشمن ہے اور جو میرا دشمن ہے وہ اللہ
 کا دشمن ہے اور بربادی ہے اس شخص
 کیلئے جو میرے بعد تجھ سے بغض رکھے

بڑی واضح حدیث ہے فرمایا علی تو دنیا میں بھی سید ہے اور آخرت میں بھی سید ہے
 تیرا حبیب میرا حبیب ہے اور میرا حبیب خدا کا حبیب، تیرا دشمن میرا دشمن اور میرا دشمن خدا کا
 دشمن، آقائے دو جہاں ﷺ ولایت علی کو ولایت مصطفیٰ ﷺ قرار دے رہے ہیں۔ سوال
 پیدا ہوتا ہے کیوں؟ یہ حدیث اس کی وضاحت کر رہی ہے۔ مسند احمد بن حنبل میں حضرت
 بریدہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک موقع پر حضرت علیؓ کے بارے میں تکرار کے ساتھ
 فرمایا:

۲۳. فانہ منی و انا منہ و هو
 علی مجھ سے ہے میں علی سے ہوں
 ولیکم بعدی

(مسند احمد بن حنبل، ۵: ۳۵۶)

۲۴ اور حضرت جابرؓ سے حضرت عائشہؓ کی روایت بھی ملاحظہ ہو وہ فرماتے ہیں کہ:

قال قال رسول اللہ ﷺ ادعوا
 لی سید العرب فقالت عائشہؓ
 لیست سید العرب یا رسول اللہ
 فقال انا سید ولد آدم و علی سید
 العرب

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ
 حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ
 عرب کے سردار کو میرے پاس بلاؤ۔
 حضرت عائشہؓ نے کہا کہ کیا آپ
 عرب کے سردار نہیں ہیں یا رسول
 اللہؐ آپ نے فرمایا کہ میں اولاد آدم کا
 سردار ہوں اور علیؓ عرب کے سردار
 ہیں۔

۱۔ مستدرک للحاکم، ۳: ۱۲۴

۲۔ مجمع الزوائد، ۹: ۱۱۶

۳۔ کنز العمال، ۱۱: ۶۱۹

غوثیت سے قطبیت تک وسیلہ جلیلہ

ولایت علی کے فیض کے بغیر نہ کوئی ابدال بن سکا اور نہ کوئی قطب ہو سکا۔

ولایت علی کے بغیر نہ کسی کو غوثیت ملی اور نہ کسی کو ولایت، حضرت غوث الاعظم جو
 غوث بنے وہ بھی ولایت علی کے صدقے میں بنے، امامت، غوثیت، قطبیت، ابدالیت
 سب کچھ ولایت علی ہے، اس لئے آقائے کائنات ﷺ نے فرمایا۔

۲۵. عن أم سلمه قالت
 سمعت رسول اللہ ﷺ يقول
 حضرت ام سلمی رضی اللہ عنہا سے
 مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ

من سب علیا فقد سبني
 (مسند احمد بن حنبل، ۶: ۳۲۳)
 (المتمم، الملحاکم، ۳: ۱۲۱)
 من سب علیا فقد سبني سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا
 جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھ کو
 گالی دی۔

اس سے بڑھ کر دوائی کی نفی کیا ہوگی اور اب اس سے بڑھ کر اپنائیت کا اظہار
 کیا ہوگا کہ تاجدار کائنات ﷺ نے فرمایا جس نے علی کو گالی دی وہ علی کو نہیں مجھے
 دی۔

طبرانی اور بزار میں حضرت سلمان سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ
 نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا
 ۲۶. محبک محبی و مبغضک
 علی تجھ سے محبت کرنے والا میرا محب
 ہے اور تجھ سے بغض رکھنے والا مجھ
 مبغضی
 المعجم الکبیر للطبرانی، ۶: ۲۳۹، رقم حدیث: ۶۰۹۷
 سے بغض رکھنے والا ہے۔

حدیث پاک اپنی تشریح آپ ہے۔ اوپر ہم نے اس حوالے سے سیدنا علی کے
 جو فضائل علیؑ بیان کئے ہیں وہ محض استشہاد ہیں ورنہ حضرت علی کو رب کائنات اور
 رسول کائنات نے جبر فضیلتیں عطا کیں ان کا احاطہ ممکن نہیں۔

اطاعت علی اطاعت خدا کی ضمانت

۲۷. عن ابی ذر رضی اللہ عنہ
 قال قال رسول اللہ ﷺ من
 اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن
 عصانی فقد عصی اللہ ومن
 حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی
 ہے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس
 نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی
 اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی

اطاع علیاً فقد اطاعنی ومن عصی علیاً فقد عصانی
 المصدر للحاکم، ۳: ۱۲۱
 کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے (حضرت) علی کی اطاعت کی تحقیق اس نے میری اطاعت کی اور جس نے (حضرت) علی کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

حضور نبی اکرم ﷺ علی کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی بتا رہے ہیں۔ مدعا یہ تھا کہ یہ بات طے پا جائے اور اس میں کوئی ابہام نہ رہے کہ ولایت مصطفیٰ ﷺ کا فیض حضرت علی رضی اللہ عنہ سے چلا ہے اور علی کی اطاعت چونکہ رسول کی اطاعت ہے اور رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت کی ضامن ہے لہذا علی کی اطاعت اطاعت الہی کا ذریعہ ہے۔

قرآن اور علی کرم اللہ وجہہ

۲۸۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

علی مع القرآن والقرآن مع علی لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض
 علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے یہ دونوں (اس طرح جڑے رہیں گے اور) جدا نہیں ہوں گے حتیٰ کہ حوض کوثر پر مل کر
 (ایضاً، ۱۲۴)

میرے پاس آئیں گے۔

یہ کہہ کر بات ختم کر دی علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ

قرآن اللہ رب العزت کی آخری الہامی کتاب ہے۔ حضور ﷺ کو چلتا پھرتا قرآن کہا جاتا ہے اور پرہم نے دیکھا کہ حضور ﷺ اپنی ذات سے علی رضی اللہ عنہ کی ذات کو جدا نہیں

کرتے۔ یہاں قرآن سے علی کے تعلق کی بھی وضاحت فرمائی کہ قرآن و علی اس طرح جڑے ہوتے ہیں کہ روز جزا بھی یہ تعلق ٹوٹنے نہ پائے گا اور علی اور قرآن اسی حالت میں میرے پاس حوض کوثر پر آئیں گے۔

قرابت دارانان رسول ہاشمی

۲۹۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے۔

جب یہ آیت (مباہلہ) کہ ”ہم (مل کر) اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو بلا لیتے ہیں“ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور فرمایا اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔

ولما نزلت هذه الآية ندع
ابناءنا و ابناءكم دعا رسول
الله ﷺ عليا و فاطمة و حسناً
و حسيناً فقال اللهم هؤلاء
اهلي
(اصح لمسلم، ۲: ۲۷۸)

جب آیت مباہلہ نازل ہوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عیسائیوں کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا کہ ا۔ ہم اپنے بیٹوں کو لاتے ہیں تم اپنے بیٹوں کو لاؤ۔ ۲۔ ہم اپنی ازواج کو لاتے ہیں تم اپنی عورتوں کو لاؤ۔ بیٹوں کو لانے کا وقت آیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ا۔ حسن اور حسینؑ کو پیش کر دیا۔ ۲۔ عورتوں کا معاملہ آیا تو حضرت فاطمہ کو پیش کر دیا اور اپنی جانوں کو لانے کی بات ہوئی تو حضور ﷺ اپنے ساتھ علیؑ کو لے آئے یعنی حضرت علیؑ کو اپنی جان کے درجے پر رکھا۔ آیت اور حدیث مبارکہ کے الفاظ پر غور فرمائیں آیت کریمہ میں فرمایا جا رہا ہے کہ

تعالوا ندع أبناء ناو أبناء کم و
 نساء نا و نساءکم و أنفسنا و
 أنفسکم
 آ جاؤ ہم (مل کر) اپنے بیٹوں کو اور
 تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو
 اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو
 بھی اور تمہیں بھی (ایک جگہ پر) بلا
 لیتے ہیں۔
 (آل عمران ۳: ۶۱)

حدیث پاک میں فرمایا جا رہا ہے دعا علیا و فاطمة و حسنا و حسینا یعنی علیاً
 (انفسنا) اور فاطمة (نساء نا) اور حسنا و حسینا (ابناء نا) ہوئے۔ یہ عقیدہ کسی
 شیعہ کا نہیں اہلسنت و الجماعت کا ہے اور جو لوگ اس مغالطے میں مبتلا ہیں کہ اہلسنت
 حب علی یا حب اہل بیت اطہار سے عاری ہیں وہ دراصل خود فریبی میں مبتلا ہیں
 اہلسنت سوا دا عظیم بنتا ہی تب ہے جب ان نقوش قدسیہ سے محبت ان کے عقائد کا مرکز
 و محور بن جائے۔ سیدنا علی ہوں یا سیدہ کائنات اور حسنین کریمین یہ شجر نبوت کی
 شاخیں ہیں جن کے برگ و بار سے دراصل گلستان محمدی ﷺ میں ایمان و عمل کی
 بہاریں جلوہ فگن ہیں ان سے صرف نظر کر کے یا ان سے بغض و حسد کی بیماری میں مبتلا
 کوئی شخص حضور ﷺ کی امتی کہلانے کا حقدار نہیں کجا کہ وہ ایمان اور تقویٰ کے
 دعوے کرتا پھرے۔

رسول اور علی ایک ہی درخت ہے

۳۰۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

سمعت رسول اللہ ﷺ يقول
 الناس عن شجر شتی و انا و
 علی من شجرة واحدة
 میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا
 آپ ﷺ نے فرمایا تمام لوگ جدا جدا
 درختوں سے ہیں مگر میں اور علی ایک

(معجم الاوسط للطبرانی ۵: ۸۹: ح ۴۱۶۲) ہی درخت سے ہیں۔

ایک ہی درخت سے ہونے میں ایک تو نسبتی قربت کا اظہار ہو رہا ہے دوسری قربت وہ نظریاتی کوٹ منٹ تھی جو اسلام کے دامن رحمت میں آنے اور براہ راست شہر علم کے علم حکمت اور دانائی کے چراغوں سے روشنی کشید کرنے کے بعد حاصل ہوئی۔

حضرت علیؑ سے روایت ہے بے شک حضور ﷺ نے حضرت حسن و حسینؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے اور ان کے ماں باپ سے محبت کی وہ قیامت کے روز میرے ساتھ میری قربت کے درجہ میں ہوگا۔

۳۱. عن علی رضی اللہ عنہ
ابن ابی طالب ان النبی ﷺ
أخذ بيد حسن و حسين فقال
من احبني و احب هذين و
اباهما و امها كان معي في
درجتي يوم القيامة
(جامع الترمذی ۵: ۶۲۲: ح ۳۳۳۷)

فرشتوں کی نصرت

حضرت ابورافعؓ سے روایت ہے بے شک نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؑ کو ایک جگہ بھیجا جب وہ واپس تشریف لائے تو حضور ﷺ نے ان کو فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور جبریل امین آپ سے راضی ہیں۔

۳۲. عن ابی رافع ان رسول
اللہ ﷺ بعث علیا مبعثا فلما
قدم قال له رسول اللہ ﷺ
و رسوله و جبریل عنك
رضوان
(المعجم الکبیر ۱: ۳۱۹)

حضرت حسن بن علی نے حضرت علی کی شہادت کے موقع پر خطاب فرمایا اے اہل کوفہ یا اہل عراق تحقیق تم میں ایک شخصیت تھی جو آج رات قتل کر دیئے گئے یا آج وفات پا جائیں گے۔ نہ کوئی پہلے علم میں ان سے سبقت لے سکا اور نہ بعد میں آنے والے ان کو پاسکیں گے۔ حضور ﷺ جب آپ کو کسی سر یہ میں بھیجتے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کے دائیں اور حضرت میکائیل علیہ السلام ان کے بائیں طرف ہوتے، پس آپ ہمیشہ فتح مند ہو کر واپس لوٹتے۔

۳۳. خطب الحسن بن علی
 حین قتل علی فقال یا اهل
 الکوفه او یا اهل العراق لقد
 کان بین اظہرکم رجل قتل
 اللیلة او اصیب الیوم ولم
 یسبقه الاولون بعلم ولو یدرکہ
 الاخرون کان النبی ﷺ اذا
 بعثہ فی سریة کان جبریل عن
 یمینہ و میکائیل عن یسارہ فلا
 یرجع حتی یفتح اللہ علیہ
 (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۲: ۶۰)

جلال نبوی ﷺ کے وقت گفتگو کا یارا

حضرت ام سلمہ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ حالت غضب میں ہوتے تھے تو کسی میں یہ جرات نہیں ہوتی تھی کہ وہ آپ ﷺ سے کلام کرے سوائے حضرت علیؑ کے۔

۳۴. عن ام سلمة ^{رض} قالت: کان رسول اللہ ﷺ اذا غضب لم یجتري احدان یكلمه الا علی
 (۲) المسهرک للحاکم، ۳: ۱۳۰

علیؑ کی خاطر سورج کا پلٹنا

حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے روایت ہے بے شک نبی اکرم ﷺ کی طرف وحی کی گئی اس حال میں کہ آپ ﷺ کا سر اقدس حضرت علیؑ کی گود میں تھا۔ پس حضرت علیؑ نے نماز عصر ادا نہ فرمائی یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا حضور ﷺ نے دریافت فرمایا اے علیؑ کیا تو نے نماز ادا نہیں کی؟ عرض کیا نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ بے شک علیؑ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا پس اس پر سورج کو

لوٹا دے۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ میں نے سورج کو غروب ہوتے ہوئے دیکھا پھر میں نے اس کو غروب کے بعد طلوع ہوتے ہوئے دیکھا۔

۳۵. عن اسماء بنت عمیسؓ
ان النبی ﷺ کان یوحی الیہ و
راسہ فی حجر علی فلم یصل
العصر حتی غربت الشمس
فقل النبی ﷺ اصلیت یا علی
قال لا فقال اللهم انه کان فی
طاعتک و طاعة رسولک فاردد
علیہ الشمس قالت اسماءؓ
فرايتها غربت ثم رایتها طلعت
بعد ما غربت
(مشکل الآتار ۴: ۳۸۸)

علیؑ کی قوت فیصلہ دعائے رسول ﷺ کا ثمر

حضرت علیؑ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کی طرف بھیجا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے بھیج تو رہے ہیں لیکن میں نوجوان ہوں میں ان لوگوں کے درمیان فیصلے کیونکر کروں گا؟ میں جانتا ہی نہیں ہوں کہ قضا کیا ہے؟ پس حضور ﷺ نے اپنا دست اقدس میرے سینے پر مارا پھر فرمایا اے اللہ اس کے دل کو ہدایت عطا کر اور اس کی زبان کو استقامت عطا فرما، اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پیدا فرمایا مجھے دو آدمیوں کے مابین فیصلے کرتے وقت کوئی شکایت نہیں ہوئی۔

۳۶. عن علیؑ قال بعثنی رسول اللہ ﷺ الی الیمن فقلت یا رسول اللہ ﷺ بعثنی وانا شاب اقضى بینہم ولا ادرى ما القضاء فضرب صدری بیدہ ثم قال اللهم اهد قلبہ ثبت لسانہ فوالذی خلق الحبة ما شککت فی قضاء بین اثنين

(المستدرک ۳: ۱۳۵)

یہی وجہ ہے کہ سیدنا علیؑ کی بصیرت دانائی اور قوت فیصلہ ضرب مثل بن گئی۔ عہد رسالت مآب ﷺ کے بعد عہد خلافت راشدہ تک تمام دقیق علمی فقہی اور روحانی مسائل کے لئے لوگ آپ سے ہی رجوع کرتے تھے۔ خود خلفائے رسول سیدنا صدیق اکبرؑ فاروق اعظم اور سیدنا عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کی رائے کو ہمیشہ فوقیت دیتے تھے اور آپ نے ان تینوں خلفاء کے دور میں مفتی اعظم کے منصب جلیلہ

پر فائز ہے۔ اسی دعا کی تاثیر تھی کہ آپ فہم فراست علم و حکمت اور فکر و تدبر کی ان بلند یوں پر فائز ہوتے جو انبیائے کے علاوہ کسی شخص کی استطاعت میں ممکن نہیں۔

جنت علیؑ کا منظر

نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک جنت تین آدمیوں کا اشتیاق رکھتی ہے اور وہ حضرت علیؑ حضرت عمارؓ اور حضرت سلمانؓ ہیں۔

۳۷. ان النبی ﷺ قال ان الجنة لتشتاق الی ثلاثة علی و عمار و سلیمان
(جامع الترمذی، ۵: ۶۶۷، ۷: ۳۷۹)

جنت میں داخل ہونے والا ہر اول دستہ

حضرت ابورافعؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علیؑ کو فرمایا بے شک جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے چار آدمیوں میں میری ذات اور آپ اور حسن و حسین ہوں گے اور ہماری اولاد ہمارے پیچھے ہوگی اور ہمارے پیروکار ہمارے دائیں اور بائیں جانب ہوں گے۔

۳۸. عن ابی رافع ان رسول اللہ ﷺ قال لعلی ان اول اربعة یرضون الجنة انا و انت والحسن والحسین و ذرا رینا خلف ظہورنا و ازواجنا خلف ذرا رینا و شیعتنا عن ایماننا و
عن شمائلنا
المعجم الکبیر، ۳: ۱۱۹، ج: ۹۵۰

متبعین کے ہمراہ حوض کوثر پر خوشنما چہروں کے ساتھ حاضری

حضرت ابورافعؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا آپ اور آپ کی حمایت کرنے والے میرے پاس حوض پر خوشنما چہرے اور سیرابی کی حالت میں آئیں گے ان کے چہرے سفید ہوں گے اور بے شک تیرے دشمن میرے پاس بھوک کی حالت میں بدنما صورت میں آئیں گے۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا حسن و حسین جنت کے جوانوں کے دوسر دار ہیں اور ان کے باپ ان دونوں سے بہتر ہیں۔

۳۹. عن ابی رافعؓ ان النبی ﷺ قال لعلی انت و شیعتک تردون علی الحوض رواء مروین مبیضة وجوهکم و ان عدوک یردون علی ظماء مقبحین

المعجم الکبیر: ۱: ۳۱۹

۴۰. عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ الحسن والحسین سید اشباب اهل الجنة و ابوہما خیر منها ابن ماجہ: ۱: ۴۴: ج: ۱۱۸

المستدرک: ۳: ۱۶۷

محبت علیؑ میں افراط و تفریط کرنے والے گمراہ

حضرت علیؑ خود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس طرح یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان کم کی اور نصاریٰ نے بڑھائی اور گمراہی و ہلاکت کے حقدار ٹھہرے اسی طرح میری وجہ سے بھی دو گروہ ہلاک ہوں گے۔

ایک وہ محبت کرنے والا جو مجھے
 بڑھائے اور ایسی چیز منسوب کرے جو
 مجھ میں نہیں اور دوسرا وہ بغض رکھنے
 والا شخص جو میری شان کو کم کرے۔

۴۱۔ محب یفرط لی لما لیس
 فی و مبغض مفتری حملہ شنانی
 علی ان ییہتنی
 ۱۔ مسند احمد بن حنبل، ۱: ۱۶۰
 ۲۔ المستدرک، ۳: ۱۲۳
 ۳۔ مسند ابی لعلی، ۱: ۴۰۷
 ۴۔ مجمع الزوائد، ۹: ۱۳۳

فصل دوم:

مناقب فاطمة الزهراء رضی اللہ عنہا

ذبح عظیم کی تکمیل اور ولایت مصطفیٰ ﷺ کا نور عام کرنے کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں سے جس عالی مرتبت جوڑے کا انتخاب ہوا یہ جوڑا حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کا جوڑا تھا جن کی شادی کا فیصلہ آسمانوں پر ہو چکا تھا۔ قدرت نے ان دو منتخبہ شخصیات کے نور نظر سیدنا امام حسین کی قسمت میں ذبح عظیم کا منصب جلیلہ لکھ دیا تھا۔

حضرت فاطمہ الزہرا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاڈلی بیٹی ہیں، خاتون جنت انہی کو کہتے ہیں۔ ان کی فضائل کے حوالے سے چند ارشادات نبوی ملاحظہ فرمائیں۔

رسول کی محبوب ترین ہستی

حضرت جمیع بن عمیر التیمیؓ روایت کرتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ مل کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے پوچھا لوگوں میں سے کون سب سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کو محبوب تھا؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا حضرت فاطمہ، دوبارہ پوچھا گیا کہ مردوں میں سے کون سب سے بڑھ کر محبوب تھے؟ فرمایا فاطمہ کا شوہر (علی رضی اللہ عنہ) اور پھر

۱. عن جمیع بن عمیر التیمی قال دخلت مع عمتی علی عائشة فسئلت ای الناس کان احب الی رسول اللہ ﷺ؟ قالت فاطمة: فقیل من الرجال؟ قالت زوجها ان کان ما علمت صواماً قواماً

(جامع الترمذی ۲: ۲۲۷)

(المستدرک ۳: ۱۵۵)

فرمایا کہ میں خوب جانتی ہوں کہ وہ
بڑے روزہ رکھنے والے اور تہجد پڑھنے
والے تھے۔

اصحاب رسول اور صحابیات رسول رضی اللہ عنہم اپنے قول و عمل میں بھی سچے
اور کھرے تھے، مصلحت، منافقت اور ریاکاری کا ان پر شائبہ تک نہیں پڑا تھا۔ اندر بھی
روشن اور باطن بھی روشن، ذہنی اور جسمانی طہارت اور پاکیزگی کے پیکر، اپنی ذاتی
رائے کی بنیاد بھی عدل کو بناتے، سچ ان کا شعار، ہدایت قرآنی ان کا معیار۔ اب یہاں
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنی ذاتی رائے کا اظہار کر رہی ہیں، اس رائے سے بے
پناہ خصوصی، اپنائیت اور رواداری کا اظہار ہو رہا ہے اور یہی اوصاف اسلامی معاشرے
کے بنیادی پتھر ہیں۔ یہی اوصاف اپنے اندر پیدا نہ کر سکنے کی وجہ ہے کہ ہم قوت
برداشت کے وصف سے محروم ہو چکے ہیں، تحمل اور بردباری کے الفاظ کو ہم نے اپنی
لغت ہی سے خارج کر دیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فتویٰ پوچھا جا رہا تھا
کہ بتائیے محبوب خدا کو دنیا میں سب سے زیادہ محبوب ہستی کون تھی؟ ذہن پرزور دینے
کی ضرورت ہی محسوس نہ کی بلا توقف فرمایا حضور ﷺ کو پوری کائنات میں سب سے
بڑھ کر محبت شہزادی کائنات سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے تھی۔ پوچھا گیا بتائیے
مردوں میں محبوب تر کون تھا؟ انہوں نے بے ساختہ ارشاد فرمایا فاطمہ کے شوہر
حضرت علی رضی اللہ عنہ

شیعہ سنی فسادات کی حقیقت

شیعہ سنی فسادات کا ایک بنیادی نکتہ یہ ہے کہ شیعہ حضرات سیدہ عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنے غیض و غضب اور لعن طعن کی غلیظ حرکت میں مبتلاء ہیں اور

دوسری طرف بعض بد بخت اہل بیت اطہار سے خدا واسطے کا بیر رکھتے ہیں یہ دونوں رویے اپنے پس منظر اور حالیہ شدت میں بہت سی غلط فہمیوں سے پیدا ہیں ان غلط فہمیوں کا ازالہ کئے بغیر اختلافات کی خلیج مٹانی مشکل ہے بلکہ اسلام دشمن انہی غلط فہمیوں کو ہوا دیکر لڑائیاں اور فسادات کرواتے ہیں اور امت کی اجتماعی قوت کو منتشر کرنے میں ہمیشہ کامیاب رہتے ہیں۔ نخل اور حقیقت پسندی سے معاملات کا جائزہ لیا جائے تو بہت سی تلخیوں کا تدارک ممکن ہے۔ مثلاً زیر نظر روایت ہی کو لیجئے اس میں بہت سی غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کا ازالہ ہو رہا ہے۔ حضرت فاطمہ حضرت علی اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی محاصمت کو ہوا دینے والے خود سوچیں گے کتب احادیث میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب کی بیشتر روایات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں جو شخص دوسرے کے متعلق حسد بغض اور کینہ رکھتا ہو بھلا وہ اس طرح کی روایات بیان کرتا ہے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا چاہتیں تو سائل کے سوال پر یہ بھی فرما سکتی تھیں کہ حضور ﷺ تا جدار کائنات ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب میں خود تھی، اور مردوں میں میرے والد سیدنا صدیق اکبر ﷺ۔ اگر یہ روایت ہوتی بھی تو قرین قیاس تھی، حضور ﷺ کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے والد گرامی سے تعلق محبت ایک مسلمہ حقیقت ہے لیکن جو چیز حق ہے اسے بیان کرنے میں ذرا تامل نہیں فرمایا۔ اسی طرح اور کئی روایات ہیں جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ وہ لوگ آپس میں کتنے رحیم کریم تھے باہمی احترام کی فضاء آخر وقت تک قائم رہی، فساد اور مجرمانہ خصلت لوگوں کو اس وقت بھی بدامن اور محاصمت منظور تھی اور آج بھی ہے یہ ابلیس مشن کے کارندے ہیں جو ہر دور میں سرگرم رہتے ہیں۔

خاتونِ جنت

یہ حضور ﷺ کی وہی لاڈلی بیٹی ہیں جن سے تاجدار کائنات ﷺ نے فرمایا تھا کہ میری فاطمہ کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ ساری کائنات کے مومنوں کی عورتوں کی تو سردار ہو۔

صحیح مسلم میں حضرت عروہ بن زبیر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایات کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے آخری دنوں میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کانوں میں کچھ راز کی بات کہی جس سے ایک دفعہ تو وہ مغموم ہو کر رونے لگیں جبکہ دوسری دفعہ مسکرا پڑیں بعد میں ان سے پوچھا گیا کہ رونے کی کیا وجہ تھی تو وہ فرمانے لگی کہ حضور ﷺ کے وصال کی خبر کی وجہ سے روئیں جبکہ مسکرانے کی وجہ دریافت کرنے پر کہنے لگیں کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا:

۲. الاترضیین ان تکونى سيدة
نساء اهل الجنة او نساء
المؤمنین
اے فاطمہ کیا تم اس بات پر راضی
نہیں کہ تمام جنتی عورتوں کی سردار
تم ہو یا تمام مسلمان عورتوں کی سردار
تم ہو۔

(صحیح البخاری، ۱: ۵۱۲)

(صحیح لمسلم، ۲: ۲۹۱)

۳۔ امام حاکم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا:

یا فاطمة الاترضیین ان تکونى
سيدة نساء العالمین؟ و سيدة
اے فاطمہ کیا تم اس بات پر راضی
نہیں کہ تمام عالم کی عورتوں کی

سردار بنائی جاؤ اور تمام مومنوں کی
عورتوں کی سردار ہو؟ اور اس امت
کی تمام عورتوں کی سردار ہو؟

نساء المؤمنین؟ و سيدة نساء
هذه الامة

۱۔ صحیح مسلم، ۲: ۲۹۱

۲۔ المسند، ۳: ۱۵۶

۳۔ طبقات، ۲: ۲۲۸

رضافاطمہ کی رضائے نبی ﷺ ہے

حضور ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی کی رضا چاہتے ہیں اور پوری کائنات
حضور ﷺ کی رضا کی طالب ہے اور خود حضور ﷺ اپنے رب کی رضا کے طالب
ہیں۔

۴۔ صحیح بخاری کی حدیث ہے:

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ

سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا (میری بیٹی) فاطمہ میرے

جگر کا ٹکڑا ہے پس جس نے اسے

ناراض کیا بے شک اس نے مجھے

ناراض کیا۔

عن المسور بن مخرمہ ان

رسول اللہ ﷺ قال فاطمة

بضعة مني فمن اغضبها فقد

اغضبني

(صحیح البخاری، ۲: ۵۳۲)

جگر گوشہ رسول ﷺ ہونے کے حوالے سے تمام کتب احادیث میں

بکثرت روایات موجود ہیں مثلاً (۱) صحیح مسلم، ۲: ۲۹۰، (۲) جامع ترمذی، ۲: ۲۲۶، (۳)

مسند احمد بن حنبل، ۴: ۳۲۶، (۴) المسند رک، ۳: ۱۵۹۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے فاطمہ

کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ اور جس نے حضور ﷺ کو ناراض کیا اور ارشادات نبوی سے روگردانی کی بلاشبہ اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

حشر میں فاطمہ بنت رسول ﷺ کی آمد

عرش اور فرش ہر جگہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے سراقدرس پر احترام اور تقدس کی چادر ہے۔ اہل محشر سے کہا جائے گا کہ اپنی نگاہیں جھکاؤ محمدی ﷺ کی بیٹی فاطمہ شریف لارہی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو (اچانک) پردوں کے پیچھے سے کوئی منادی اعلان کریگا اے اہل محشر! اپنی نگاہیں جھکالو فاطمہ بنت محمد ﷺ سے (وہ آ رہی ہیں) حتیٰ کہ وہ گزر جائیں گی۔

۵. عن علی علیہ السلام قال سمعت النبی ﷺ یقول اذا کان یوم القیامة ناد مناد من وراء الحجاب یا اهل الجمع غصوا ابصارکم عن فاطمة بنت محمد ﷺ حتی تمر . (المستدرک للحاکم ۳: ۱۵۳)

چشم تصور! ذرا میدان حشر میں چل، مخلوق خدا بارگاہ خداوندی میں حاضر ہے۔ نفسا نفسی کا عالم ہے سورج سوانیزے پر آگ برسا رہا ہے۔ اچانک پردوں کے پیچھے سے آواز آتی ہے، منادی دینے والا منادی دے رہا ہے، اہل محشر سے مخاطب ہے کہ اپنی نگاہوں کو جھکالو، سر تاپا پیکر نیاز بن جاؤ، کہ فاطمہ بنت محمد ﷺ آ رہی ہیں جب تک فاطمہ رضی اللہ عنہا گزر نہ جائیں قیامت کے دن کسی کو اپنی نگاہ اٹھانے کی اجازت نہ

ہوگی، روزِ محشر یہ عزت، یہ احترام یہ تقدیس کسی اور کے حصے میں نہیں آئے گی، یہ مقام کسی اور کو عطا نہ ہوگا صرف اور صرف حضور ﷺ کی لاڈلی بیٹی اس سلوک کی سزا وارٹھہریں گی۔

ناراضی فاطمہ ناراضی خدا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مخاطب ہو کر فرمایا (اے بیٹی) اللہ تیری ناراضی کو دیکھ کر ناراض ہوتا ہے اور تیری خوشی کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔

۶. عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لفاطمة ان اللہ یغضب لغضبک و یرضی لرضاک (المستدرک للحاکم، ۳: ۱۵۴)

کائنات کے آقا ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اے فاطمہ! اللہ تیری خوشی کو دیکھ کر خوش ہو جاتا ہے اور تیری ناراضی کو دیکھ کر ناراض ہو جاتا ہے، فاطمہ رضی اللہ عنہا خوش ہوتی ہے تو خدا خوش ہوتا ہے، فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہوتی ہے تو خدا بھی اس طرف سے چہرہ پھیر لیتا ہے۔

حضور ﷺ کے بعد کائنات میں افضل ترین

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خود بیان کیا ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ

۷. عن عائشة قالت ما رأیت افضل عن فاطمة غیر ابیہا (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

(مجمع الزوائد: ۹: ۲۰۱) کے سوا فاطمہ سے کائنات میں کسی کو
افضل نہیں دیکھا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا نہیں گیا بلکہ خود
فرماتی ہیں کہ رب ذوالجلال کی عزت کی قسم کہ میں نے مصطفیٰؐ سے محبت سے حضور رحمت
عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا فاطمہ سے افضل کائنات میں کوئی نہیں دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
شفقتوں کا یہ عالم ہے کہ اس عالم کی کوئی انتہا ہی نہیں کیونکہ ولایت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا آغاز
علی علیہ السلام اور فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہونا تھا۔ امامت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی مگر چلے گی فاطمہ
اور علی سے۔

۸. عن ام المؤمنین عائشہ
رضی اللہ عنہا انہا قالت
ما رأیت احداً کان اشبه کلاماً
و حدیثاً من فاطمة برسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و کانت اذا دخلت
علیہ رحب بها وقام الیہا فاخذ
بیدہا فقبلہا واجلسہا فی
مجلسہ
(المستدرک للحاکم، ۳: ۱۵۴)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ
فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ کسی کو فاطمہ سے بڑھ کر
مشابہ نہیں پایا اور حضرت فاطمہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہا جب کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
بارگاہ میں آتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا
معمول تھا کہ خوش ہو جاتے اور
(محبت سے استقبال کیلئے) کھڑے
ہو جاتے، حضرت فاطمہ کا ہاتھ
پکڑ لیتے اس کو بوسہ دیتے اور پھر اپنی
نشست پر حضرت فاطمہ کو بٹھا دیتے۔
اور ایک جگہ روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

۹. قامت الیہ مستقبلہ و قبلت
 آپ ﷺ حضرت فاطمہؓ کے استقبال
 کیلئے (از راہ محبت) کھڑے ہو جاتے
 اور سیدہ آپ ﷺ کے ہاتھ چومتیں
 (ایضاً: ۱۴۰)

بیٹی! میرے ماں باپ تجھ پر قربان

تاجدار کائنات ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں شرف حاضری حاصل کرتیں تو آقائے دو جہاں ﷺ از رہ شفقت اور از رہ محبت اپنی لاڈلی بیٹی کے استقبال کیلئے کھڑے ہو جاتے، مرحبا یا فاطمہ! کہہ کر ان کا ہاتھ پکڑ لیتے اور اسے چومتے اور پھر حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو اپنی جگہ پر بیٹھا دیتے جب آقائے دو جہاں ﷺ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ احتراماً کھڑے ہو کر اپنے ابا جان کا استقبال کرتیں اور ان کی دست بوسی فرماتیں۔ حضور ﷺ اپنی لاڈلی بیٹی پر نثار ہو ہو جاتے، اپنے پاس بٹھاتے اور ان کی دلجوئی فرماتے۔ امام شوکانی روایت کرتے ہیں۔

۱۰. عن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال لفاطمہ فداک ابی و امی.
 امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب ہو کر فرمایا میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔
 (در السحابہ: ۲۷۹)

ساری دنیا جب مصطفیٰ ﷺ سے مخاطب ہوتی ہے یا اصحاب رسول حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں تو کہتے ہیں یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ یہ تھا صحابہؓ کا عمل، سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

خدا کی عزت کی قسم میں نے اپنے آقا ﷺ کی زبانی سنا ہے کہ جب آپ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا تے تو فرماتے، فاطمہ! میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں، مصطفیٰ ﷺ اپنے ماں باپ کو فاطمہ رضی اللہ عنہا پر قربان کر رہے ہیں اس لئے کہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا ولایت مصطفیٰ ﷺ کی امین ہیں، یہ محبت رسول ﷺ ہے، یہ قربت مصطفیٰ ﷺ ہے، یہ کیفیت نبی ﷺ ہے، حقیقت یہ ہے کہ خاندان رسول کی غلامی ہی غلاموں کا سب کچھ ہے جو فاطمہ کے در کا دربان گیا وہ مصطفیٰ ﷺ کا غلام ٹھہرا۔ کیوں؟ اس لئے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا صرف مصطفیٰ ﷺ کا تخت جگر ہی نہیں حسنین کریمین کی امی جان بھی ہیں اس گود میں حسین ﷺ کی پرورش ہوئی ہے۔ جنت کے سرداروں کی تربیت ہوئی ہے۔ اس لئے فاطمہ سے فرمایا کہ بیٹی میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔

غلام بے نوا کا سلام

خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نام نامی ہونٹوں پر آتا ہے تو پلکیں بہر احترام جھک جاتی ہیں، فضا میں احترام کی چادری تن جاتی ہے، حضور ﷺ کی لاڈلی بیٹی سے میری عقیدت اور احترام کا یہ عالم ہے کہ میں خود کو در فاطمہ رضی اللہ عنہا کا منگتا سمجھتا ہوں اور اپنے لئے اسے بہت بڑا اعزاز تصور کرتا ہوں، مدینہ منورہ کی حاضری کے دنوں میں میرا معمول یہ ہوتا ہے کہ جنت البقیع میں حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی قبر انور پر حاضری دیتا ہوں، سامنے گنبد خضرا اپنے جلوے بکھیر رہا ہوتا ہے بصداد بے عرض کرتا ہوں کہ اے حسنین کریمین کی امی جان! اے جنت کی خواتین کی سردار! اے سیدہ کائنات! آپ کے در کا کتا آیا ہے اپنے ابا حضور سے ایک ٹکڑا لے کر دے دیجئے۔ میرے کشکول آرزو میں خیرات ڈال دیجئے۔ اپنے ابا حضور سے سفارش فرما دیں کہ بابا! آپ کا ایک غلام بے نوا در اقدس پر حاضری کی اجازت چاہتا ہے، بابا!

اس کی چشم تر کے آگینے قبول فرمائیں، اس کو اپنے دامنِ رحمت میں چھپالیجئے،
 ----- عمر بیت گئی بارگاہِ سیدہ کائنات میں یہ التجا کرتے ہوئے کہ کبھی تو وہ اپنے منگتے
 کو کرم کے ٹکڑوں سے نوازیں گے، کبھی تو دامنِ طلب میں رحمت کے سکہ گریں گے۔
 پھر سوچتا ہوں کہ وہ کون سا لمحہ ہے جو ان کے کرم سے خالی ہے ان کے کرم کی چادر تو
 ازل سے برہنہ سروں کو کڑی دھوپ سے بچا رہی ہے، ہر ساعت کے ہونٹوں پر ان کی
 رحمت کا زمزم بہہ رہا ہے اور میں کہ ایک تشنہ لب اسی چشمہ رحمت سے اپنی تشنگی کا
 مداوا کر رہا ہوں۔ یہ سب کچھ اسی خانوادہ پاک کی عطا ہی تو ہے۔

باب: ۳

ذبح عظیم کی تکمیل

وہ ذبح اسماعیل جس کا ندیہ ذبح عظیم سے کر دیا گیا تھا بعثت محمدی کے بعد پایہ تکمیل کو پہنچنے والا تھا۔ امامت اور ولایت کی دعائے ابراہیمی کا حضور ﷺ کی ختم نبوت کے بعد علیؑ اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کے ذریعہ اجرا ہو رہا تھا۔ اب اس وجود مسعود کی شہادت کا وقت قریب آ گیا تھا جسے ذبح اسماعیل کا مظہر بنایا گیا تھا یعنی کربلا کے میدان میں نواسہ رسول ﷺ کی عظیم قربانی؛ ذبح عظیم کا منظر پیش کرنے والی تھی۔

میدان کربلا میں خاندان رسول ہاشمی ﷺ کے مقدس خون سے روشن ہونے والے چراغوں کا منظر شام غریباں کے اندھیروں میں اترنے والا تھا۔ ٹپتی ہوئی قدروں کو خون حسینؑ سے نئی توانائی عطا ہونے والی تھا۔ ازلی صداقتوں کے تحفظ کے لئے حضرت امام حسینؑ اپنے خون سے افق عالم پر حریت فکر کا نیا عہد نامہ تحریر کرنے والے تھے۔ شہید کربلا..... فضیلت کا عمامہ بھی جن کے سر اقدس پر باندھا گیا حضور ﷺ نے محبوبیت کی دستار سے بھی جنہیں نوازا، عظمت کی خلعت بھی عطا ہوئی اور شہادت کا پیرہن بھی جن کا مقدر بنا۔ اس لئے کہ اس عظیم انسان کی قربانی کو مصطفیٰ ﷺ کی قربانی قرار دیا جاسکے۔

فصل اول

مناقب حسین

حسین رضی اللہ عنہما جنت کے جوانوں کے سردار

۱۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الحسن و الحسين سيد اشباب
 اهل الجنة
 حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) جنت
 کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

(جامع الترمذی ۲: ۲۱۸)

خاتون جنت کے فرزند ان ذی حشم علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لخت جگر
 حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو جنت کے نوجوانوں کا سردار فرمایا گیا ہے اور یہ فرمانا
 ہے تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخر الزمان رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

حسین کی محبت، محبت رسول ہے

۲۔ ایک حدیث پاک میں آتا ہے:

عن أبي هريرة رضي الله عنه
 قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من
 أحبهما فقد أحبنى و من
 أبغضها فقد أبغضنى یعنی
 حسنا و حسیناً۔
 حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے
 روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا جس نے حسن اور حسین دونوں
 سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی
 جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس
 نے مجھ سے بغض رکھا۔
 (مسند احمد بن حنبل ۲: ۲۸۸)

تاجدار عرب و عجم حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما
 سے جس نے محبت کی گویا اس نے مجھ سے محبت کی؛ جس نے ان دونوں سے بغض رکھا
 اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ ذرا غور کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھنے والے کا کہاں

ٹھکانہ ہے؟ اس کے دین اور ایمان کی کیا وقعت ہے؟

باری تعالیٰ حسنین کریمین سے تو بھی محبت کر

حضرت عطاء سے روایت ہے کہ کسی شخص نے اسے بتایا کہ اس نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے حضرات حسنین کریمین کو اپنے سینے سے چمٹایا اور فرمایا 'اے اللہ میں حسن اور حسین سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر'

۳. عن عطاء ان رجلاً أخبره أنه رأى النبي ﷺ يضم إليه حسناً و حسينا يقول اللهم انى أحبها فأحبها.
(مسند احمد بن حنبل، ۵: ۳۶۹)

بارگاہ خداوندی میں آقائے کائنات ﷺ کے مقدس ہاتھ اٹھے ہوئے ہیں

معطر اور معتبر لبوں پر دعائیہ کلمات مہک رہے ہیں کہ باری تعالیٰ تو بھی حسن اور حسین

رضی اللہ عنہما کو اپنی محبت کا سزاوار ٹھہرا، یہ دعائیہ کلمات بھی حضور رحمت عالم کے لب

اقدر سے نکلے کہ اللهم انى احبهما فاحبهما فمن احبهما فقد احبني

مولا! مجھے حسن اور حسین ﷺ سے بڑا پیار ہے تو بھی ان سے پیار کر۔ جو حسن اور حسین

رضی اللہ عنہما سے پیار کرتا ہے گویا وہ مجھ سے پیار کرتا ہے۔

دوش پیمبر ﷺ پر سواری

حضور ﷺ کو اپنے لاڈلے نواسوں سے کتنی محبت تھی وہ انہیں کتنا چاہتے

تھے شاید آج ہم اس کا اندازہ نہ کر سکیں کیونکہ ہم جھگڑوں میں پڑ گئے ہیں، حقیقتیں

ہماری نظروں سے اوجھل ہو چکی ہیں، حقائق کا چہرہ گرد آلود ہے، آئینے دھند میں لپٹے

ہوئے ہیں حالانکہ خلفائے راشدین اور اہل بیت نبوی رضی اللہ عنہم اخوت اور محبت کے

گہرے رشتوں میں منسلک تھے۔ خاندان مصطفیٰ ﷺ کے احترام کی فضائے نور قلب و نظر پر محیط تھی۔ علیؑ کے نور نظر، اصحاب رسول کی آنکھوں کا تارا تھے۔

۴. عن عمر یعنی ابن الخطاب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حسن اور حسین دونوں کو دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ کے کندھوں پر سوار ہیں میں نے کہا کتنی اچھی سواری تمہارے نیچے ہے پس نبی اکرم ﷺ نے معاً فرمایا سوار کتنے اچھے ہیں۔

قال رأیت الحسن والحسین علی عاتقی النبی ﷺ فقلت نعم الفرس تحتكما فقال النبی ﷺ ونعم الفارسان (مجمع الزوائد ۹: ۱۸۲)

(رواہ ابویعلیٰ فی الکبیر ورجالہ رجال الصحیح)

وہ منظر کیا دلکش منظر ہوگا۔ جنت کے جوانوں کے سردار شہزادہ حسن اور شہزادہ حسین اپنے نانا جان کے مقدس کندھوں پر سوار ہیں، سیدنا فاروق اعظم یہ روح پرور منظر دیکھتے ہیں اور شہزادوں کو مبارکباد دیتے ہوئے بے ساختہ پکار اٹھے ہیں، شہزادو! تمہارے نیچے کتنی اچھی سواری ہے۔ فرمایا تاجدار کائنات ﷺ نے: عمر! دیکھا نہیں سوار کتنے اچھے ہیں؟ وہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما، جنہیں آقائے دو جہاں کے مقدس کندھوں پر سواری کا شرف حاصل ہوا اور وہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما حضور نبی اکرم ﷺ نے جنہیں چوسنے کے لئے اپنی زبان مبارک عطا کی، جنہیں اپنے لعاب دہن سے نواز، جنہیں اپنی آغوش رحمت میں بھلایا۔

حالت نماز میں پشت اقدس کے سوار

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے (دیر سے) عشاء کی نماز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ پڑھی۔ جب آپ ﷺ سجدہ میں گئے حسن اور حسین دونوں بھائی حضور ﷺ کی پشت مبارک پر چڑھ گئے جب حضور ﷺ نے سر انور سجدے سے اٹھایا تو دونوں کو اپنے ہاتھوں سے آرام سے تھام لیا اور زمین پر بیٹھ لیا۔ جب آپ ﷺ سجدے میں جاتے تو وہ دونوں یہی عمل دہراتے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے اسی حالت میں پوری نماز ادا فرمائی۔ پھر دونوں شہزادوں کو اپنی گود میں بٹھایا۔

یہ سجدہ خدا کے حضور ہو رہا ہے، حضور ﷺ حالت نماز میں ہیں، سجدے سے سر اٹھاتے ہوئے حضور ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے دونوں شہزادوں کو تھام لیا کہ کہیں یہ معصوم شہزادے نیچے نہ گر جائیں اور بڑی احتیاط سے انہیں زمین پر بٹھا دیا۔ حسن اور حسین نماز کے دوران پشت مبارک پر چڑھے رہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ حالت نماز میں احتیاط سے انہیں اتارتے رہے حتیٰ کہ نماز مکمل ہوئی اور حضور نبی کریم ﷺ نے دونوں شہزادوں کو اپنے آغوشِ محبت میں سمیٹ لیا۔

۵. عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال کنا نصلی مع رسول اللہ ﷺ العشاء فاذا سجد وثب الحسن والحسین علی ظہرہ فاذا رفع رأسہ أخذہما بیدہ من خلفہ أخذاً رقیقاً و یضعہما علی الارض فاذا عاد ادا حتی قضی صلوتہ۔ فاقعدہما علی فخذیہ۔

(مسند احمد بن حنبل، ۲: ۵۱۳)

جن کے لئے سجدہ طویل کر دیا گیا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور نبی اکرم ﷺ حالت نماز میں سجدے میں تھے کہ حسن اور حسین آئے اور پشت مبارک پر چڑھ گئے پس آپ ﷺ نے (ان کی خاطر) سجدہ طویل کر دیا (نماز سے فراغت کے بعد) عرض کیا گیا۔ اے اللہ کے نبی ﷺ کیا سجدہ طویل کرنے کا حکم آ گیا۔ فرمایا نہیں میرے دونوں بیٹے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما میری پشت پر چڑھ گئے تھے میں نے یہ ناپسند کیا کہ جلدی کروں۔

۶. عن انس قال كان رسول الله ﷺ يسجد فيحسني الحسن و الحسين فيركب ظهره فيطيل السجود فيقال يا نبى الله أطلت السجود فيقول ارتحلنى ابنى فكرهت ان اعجله

(مسند من حدیث عبداللہ بن شداد)

(۳۹۵:۳)

(مجمع الزوائد ۹: ۱۸۱)

یعنی حسن اور حسین رضی اللہ عنہم جب حالت نماز میں حضور ﷺ کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے قصداً سجدہ طویل کر دیا تاکہ حسن اور حسینؑ گر نہ پڑیں ان کو کوئی گزند نہ پہنچ جائے۔

یہ دونوں شہزادے حضرت علی شیر خدا اور خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہرا کے فرزند ان ارجمند تھے۔ لیکن یہ تاجدار کائنات ﷺ کی آنکھوں کی بھی ٹھنڈک

تھے۔ حضور ﷺ نے پوری دنیا کو اپنے قول و عمل سے بتا دیا کہ علی اور فاطمہ سلام اللہ

علیہما حسن اور حسین رضی اللہ عنہما میرے بھی لخت جگر ہیں یہ میری نسل سے ہیں یہ میری ذریت ہیں اور فرمایا ہر نبی کی اولاد کا نسب اپنے باپ سے شروع ہو کر دادا پر ختم ہوتا ہے مگر اولاد فاطمہ کا نسب بھی میں ہوں وہ میرے بھی لخت جگر ہیں۔

۷۔ فاطمة مضغة منی یقبضنی
ماقبضها ویسطنی ما بسطها و
ان الانساب یوم القیامة تنقطع
غیر نسبی و سببی و صہری۔
۱۔ مسند احمد بن حنبل ۴: ۳۲۳
۲۔ المستدرک ۳: ۱۵۸

فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہیں مجھے بے
چین کر دیتی ہے ہر وہ چیز جو اسے بے
چین کرتی ہے اور مجھے خوش کرتی ہے
ہر وہ چیز جو اسے خوش کرتی ہے
قیامت کے روز تمام نسبی رشتے منقطع
ہو جائیں گے ما سوا میرے نسبی
قربت داری اور سسرالی رشتے کے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے جسم اطہر سے مشابہت

حضور ﷺ کا لخت جگر ہونے کے ناطے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو چونکہ
قربانی مصطفیٰ ﷺ کا مظہر بنایا گیا تھا اور انہیں ذبح عظیم کی خلعت فاخرہ عطا کی گئی تھی
اس لئے امام حسین رضی اللہ عنہ کے جسم کو جناب رسالت مآب ﷺ کے جسم اطہر سے قریبی
مشابہت کے اعزاز سے بھی نوازا گیا تھا۔ آقائے دو جہاں رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد
جب لوگوں کو اپنے عظیم پیغمبر کی یاد ستاتی، جب حضور ﷺ کے چہرہ اقدس کی یاد دلوں
میں اضطراب پیدا کرتی تو وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے در دولت پر حاضر ہوتے اور
حسین رضی اللہ عنہ کی زیارت کر کے اپنی آنکھوں کی تشنگی کا مداوا کرتے۔ حضور ﷺ کا چہرہ
اقدس نظروں میں سما جاتا۔ صحابہ یہ بھی جانتے تھے کہ نواسہ رسول کو خلعت شہادت
سے سرفراز ہونا ہے کیونکہ وہ حضور ﷺ کی زبان اقدس سے حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا

تذکرہ سن چکے تھے اس حوالے سے بھی حضرت امام حسین ؑ اصحاب رسول کی نگاہوں کا مرکز بن گئے تھے۔

۸. عن علی قال الحسن اشبه برسول الله ﷺ ما بین الصدر الی الرأس والحسین اشبه برسول الله ﷺ ما کان النفل من ذلك

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ حضرت حسن سینے سے لیکر سر تک رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے اور حضرت حسین اس سے نیچے آپ ﷺ کے مشابہ تھے۔

(جامع الترمذی ۲: ۲۱۹)

حسین کی محبت اللہ کی محبت

۹. عن یعلی بن مرہ قال قال رسول الله ﷺ حسین منی وانا من حسین احب الله من احب حسیناً

حضرت یعلی بن مرہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں اللہ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو حسین سے محبت کرتا ہے

(جامع الترمذی ۲: ۲۱۹)

وہ حسین ؑ ابن علی ؑ جن کے بارے میں تاجدار کائنات ﷺ فرما رہے ہیں کہ حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں اور یہ کہ اللہ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو حسین ؑ سے محبت کرتا ہے۔ اس سے عداوت رکھنا اور اس کا خون ناحق بہانا کتنا بڑا جرم ہے؟ استقامت کے کوہ گراں سے یہ توقع رکھنا کہ وہ ایک فاسق اور فاجر کے دست پلید پر بیعت کر لے گا بالکل فضول سی بات

ہے۔ اہل حق راہ حیات میں اپنی جان کا نذرانہ تو پیش کر دیتے ہیں لیکن اصولوں پر کسی سمجھوتے کے روادار نہیں ہوتے اگر کر بلا کے میدان میں حق بھی باطل کے ساتھ سمجھوتہ کر لیتا تو پھر قیامت تک حق کا پرچم بلند کرنے کی کوئی جرات نہ کرتا، کوئی حرف حق زبان پر نہ لاتا، درنگی و وحشت اور بربریت پھر انسانی معاشروں پر محیط ہو جاتی اور قیامت تک کے لئے جرات و بیباکی کا پرچم سرنگوں ہو جاتا اور نانا کا دین زاغوں کے تصرف میں آ کر اپنی اقدار اور روح دونوں سے محروم ہو جاتا۔

۱۰۔ اسی طرح ایک اور روایت ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے
 قال رأیت رسول اللہ ﷺ و روایت ہے کہ میں نے رسول
 ہو حامل الحسین بن علی و اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے
 ہو یقول اللهم انی احبہ فاحبہ حضرت حسین علیہ السلام کو اٹھایا ہوا
 (المستدرک للحاکم، ۳: ۱۷۷) تھا اور یہ فرما رہے تھے اے اللہ میں اس
 (حسین) سے محبت کرتا ہوں تو بھی
 اس سے محبت کر۔

اگر ہم حضور ﷺ کی غلامی کا دم بھرتے ہیں، اگر رسول ﷺ کی محبت کو اپنا
 اوڑھنا بچھونا قرار دیتے ہیں، اگر عشق رسول ﷺ کو اپنا تشخص گردانتے ہیں تو پھر
 حضور ﷺ جس سے محبت کرتے ہیں اور بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے ہیں کہ
 باری تعالیٰ میں حسین سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر، رسول ﷺ کے
 اس محبوب ﷺ سے بغض عداوت کا تصور بھی ہمارے ذہن میں نہیں آنا چاہیے بلکہ
 محبوب ﷺ کے اس محبوب سے والہانہ محبت کا اظہار کر کے اپنے رسول ﷺ سے
 گہری وابستگی کو مزید مستحکم بنانا چاہئے کہ قصر ایمان کی بنیادوں کو مضبوط بنانے کا یہ ایک موثر

ذریعہ ہے۔

اہل بیت کی محبت اور اصحاب رسول کی محبت دراصل ایک ہی محبت کا نام ہے۔ ان محبتوں کو خانوں میں تقسیم کرنا امت مسلمہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا ہے اس ملت اسلامیہ کو دوئی کے ہر تصور کے مٹا کر اخوت و محبت اور یگانگت کے ان سرچشموں سے اپنا ناٹھ جوڑ لینا چاہیے جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا طرہ امتیاز اور شوکت و عظمت اسلام کا مظہر تھا۔ حضور ﷺ نے حسین ؑ کی محبت کو اپنی محبت قرار دیا گویا حسین سے نفرت حضور ﷺ سے محبت کی عملاً نفی ہے اور کوئی مسلمان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

۱۱. عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ
 حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا ”جس نے اس (حسین) سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔“
 (المعجم الکبیر، ۳، ج: ۲۶۴۳)

عالم بیداری میں شہادت حسین ؑ کی خبر

حضور ختمی مرتبت ﷺ کا فیض دو طریق سے عام ہوا۔ مشابہت مصطفیٰ ﷺ کا فیض اور روحانیت مصطفیٰ ﷺ کا فیض، ایک فیض کے عام ہونے کا ذریعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بنے اور دوسرے فیض کے عام ہونے کا اعزاز حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے حصہ میں آیا، فیض کے یہ دونوں دھارے حسین ابن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی ذات میں آ کر مل گئے کیونکہ حسین ؑ کو ذبح عظیم بنانا مقصود تھا؟ ذبح اسماعیل کے بارے میں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں حکم ملا لیکن ذبح

حسین ؑ کے لئے حضور آئیہ رحمت کو عالم خواب میں نہیں، عالم بیداری میں وحی خداوندی کے ذریعہ مطلع کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم بیداری میں جبرئیل امین نے اطلاع دی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عراق کی سرزمین میں آپ کے شہزادے حسین ؑ کو قتل کر دیا جائے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طلب کرنے پر جبرئیل امین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسین ؑ کے مقتل کی مٹی بھی لا کر دی کہ یہ ہے سرزمین کربلا کی مٹی جہاں علی ؑ کے نور نظر اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لخت جگر کا خون ناحق بہا دیا جائے گا وہ حسین ؑ جو دوش پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا سوار تھا۔ وہ حسین ؑ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش رحمت میں پروان چڑھا تھا۔ وہ حسین ؑ جو نماز کی حالت میں پشت اقدس پر چڑھ بیٹھا تو تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سجدے کو طول دے دیا کہ کہیں گر کر شہزادے کو چوٹ نہ آجائے۔ وہ حسین ؑ جو تیبیوں کے آقا اور غریبوں کے مولانا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبتوں اور شفقتوں کا محور تھا اور وہ حسین ؑ جس کے منہ میں رسول آخر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان اقدس دے دی اور اپنے لعاب دہن کو لب حسین سے مس کیا کہ ایک دن میدان کربلا میں ان نازک ہونٹوں کو پر تشنگی کی فصلوں کو بھی لہلہانا ہے۔ اس حوالے سے چند روایات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ
 عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول
 اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے جبرئیل امین
 نے (عالم بیداری میں) بتایا کہ میرا یہ
 بیٹا حسین عرق کی سر زمین میں قتل
 کر دیا جائیگا میں نے کہا جبرئیل مجھے اس
 زمین کی مٹی لا کر دکھا دو جہاں حسین
 کو قتل کر دیا جائے گا پس جبرئیل گئے
 اور مٹی لا کر دکھا دی کہ یہ اس کے
 مقتل کی مٹی ہے۔

عن ام سلمہ قالت قال رسول
 اللہ ﷺ أخبرني جبرئيل ان
 ابني الحسين يقتل بأرض
 العراق فقلت لجبرئيل ارنى
 تربة الارض التي يقتل فيها
 فجاء فهذه تربتها .

۱۔ البدایہ والنہایہ ۸: ۱۹۶-۲۰۰

۲۔ کنز العمال ۱۲: ۱۲۶ ح ۳۳۳۱۳

۲۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت

ایک دوسری روایت ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
 سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ
 نے فرمایا کہ جبرئیل امین نے مجھے خبر
 دی کہ میرا یہ بیٹا حسین میرے بعد
 مقام طف میں قتل کر دیا جائے گا۔

عن عائشة عنه انه قال أخبرني
 جبرئيل ان ابني الحسين يقتل
 بعدى بأرض الطف
 (المعجم الكبير ۳: ۱۰۷ ح ۲۸۱۴)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت بھی کم و بیش وہی ہے جو اوپر

بیان کی گئی ہے یہ بھی قتل حسین رضی اللہ عنہ کی اطلاع ہے۔ یہ روح فرسا اطلاع پا کر
 قلب اطہر پر کیا گزری ہوگی اس کا تصور بھی روح کے در و بام کو ہلا دیتا ہے پلکوں پر

آنسوؤں کی کناری سبجے لگتی ہے اور گلشنِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تباہی کا دلخراش منظر دیکھ کر چشمِ تصور بھی اپنی پلکیں جھکا لیتی ہے۔

۳۔ حضور ﷺ کی چشمانِ مقدس میں آنسو

اسی طرح ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آقا علیہ السلام کے چشمانِ مقدس سے آنسو رواں تھے میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آج کیا بات ہے چشمانِ مقدس سے آنسو رواں ہیں؟ فرمایا کہ مجھے ابھی ابھی جبرئیل خبر دے گیا ہے کہ

ان امتک ستقتل هذا بأرض
یقال لها کربلاء
آپ کی امت آپ ﷺ کے اس بیٹے
حسین کو اس سرزمین پر قتل کر دے
گی جس کو کربلا کہا جاتا ہے۔
(المجم الکبیر، ۳: ۱۰۹، ج: ۲۸۱۹)

۴۔ ۶۱ ہجری کے اختتام کی نشاندہی

عن ام سلمة قالت قال رسول
الله ﷺ يقتل حسين بن علي
علي رأس سبتين من المهاجري
(مجمع، ۹: ۱۹۰)
ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ
عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے
فرمایا حسین بن علی کو ساٹھ ہجری کے
اختتام پر شہید کر دیا جائے گا۔
(بحوالہ طبرانی فی الاوسط)

غیب کی خبریں بتانے والے آقا ﷺ نے نہ صرف حضرت امام حسین
کے مقتل کی نشاندہی کر دی کہ یہ عراق کا میدان کربلا ہوگا بلکہ یہ بھی بتا دیا کہ یہ عظیم
سانحہ ۶۱ ہجری کے اختتام پر رونما ہوگا۔

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کثرت دعا فرمایا کرتے:

اللهم انى اعوذ بك من رائس
الستين وامارة الصبيان
(گنوار) لڑکوں کی حکومت سے تیری
الصواعق المحرقة: ۲۲۱ پناہ مانگتا ہوں۔

۶۰ ہجری کی ابتدا میں ملوکیت کی طرف قدم بڑھایا جا چکا تھا اور یہی ملوکیت وجہ نزاع بنی۔ اور اصولوں کی پاسداری اور اسلامی امارت کے شہریوں کے بنیادی حقوق کی خاطر نواسہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا کے میدان میں حق کا پرچم بلند کرتے ہوئے اپنی اور اپنے جان نثاروں کی جانوں کی قربانی دینا پڑی۔ انہوں نے ثابت کر دیا کہ اہل حق کٹ تو سکتے ہیں کسی یزید کے دست پلید پر بیعت کر کے باطل کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ وہ نیزے کی انی پر چڑھ کر بھی قرآن سناتے ہیں۔ ان کے بے گور و کفن لاشوں پر گھوڑے تو دوڑائے جاسکتے ہیں لیکن انہیں باطل کے ساتھ سمجھوتہ کرنے پر آمادہ نہیں کیا جاسکتا، یہی لوگ تاریخ کے چہرے کی تابندگی کہلاتے ہیں اور محکوم و مظلوم اقوام کی جدوجہد آزادی انہی نابغان عصر کے عظیم کارناموں کی روشنی میں جاری رکھتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ۶۰ ہجری کی ابتدا سے پناہ مانگتے تھے کہ خلفائے راشدین کے نقش قدم سے انحراف کی راہ نکالی جا رہی تھی؛ لڑکوں کے ہاتھ میں عنان اقتدار دے کہ اسلامی ریاست کو تماشا بنایا جا رہا تھا۔ کہ اب سنجیدگی کی جگہ لاابالی پن نے لے لی تھی۔

حضرت یحییٰ حضرمی کا ارشاد ہے کہ سفر صفین میں مجھے شیر خدا حضرت

علی رضی اللہ عنہ کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔ جب ہم نینوا کے قریب پہنچے تو داماد رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا اے ابو عبد اللہ! فرات کے کنارے صبر کرنا میں نے عرض کیا ”یہ کیا؟“
حضرت علیؑ نے فرمایا کہ تاجدار کائنات ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جبرئیل نے خبر دی
ہے:

ان الحسين يقتل بشط الفرات
وارانى قبضة من تربته
حسینؑ فرات کے کنارے قتل
ہوگا اور مجھے وہاں کی مٹی بھی دکھائی۔
(الخصائص الكبرى ۲: ۱۲)

حضری روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت علی شیر خدا رک کر اس زمین کو
دیکھنے لگے تو اچانک بلند آواز میں گویا ہوئے۔ ابو عبد اللہ! حسین صبر کرنا۔ ہم سہم گئے
ہمارے رونگٹے کھڑے ہو گئے، آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ورطہ حیرت میں ڈوب گئے کہ
یا الہی یہ ماجرا کیا ہے؟ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں نے تاجدار کائنات ﷺ سے سنا
ہے کہ اس میدان کر بلا میں میرا حسینؑ شہید ہوگا۔

۶۔ مقتل حسینؑ

حضرت اصبح بن یانہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

اتینا مع علی موضع قبر
الحسین فقال ههنا مناخ
ہم حضرت علیؑ کے ساتھ قبر
حسینؑ کی جگہ پر آئے تو
آپ ﷺ نے فرمایا یہ ان کے اونٹوں
کے بیٹھنے کی جگہ اور یہ ان کے کجاوے
رکھنے کی جگہ ہے اور یہ ان کے خون
مکہم و موضع رحالہم و
مہراق دمائہم فئۃ من ال
محمد ﷺ یقتلون بہذہ

العروسة تبكى عليهم السماء
والارض
بہنے کا مقام ہے۔ آل محمد ﷺ کا ایک
گروہ اس میدان میں شہید ہوگا جس پر
زمین و آسمان روئیں گے۔
(الخصائص الكبرى ۲: ۱۲۶)

(سر الشہادتین: ۱۳)

گویا حضرت علیؑ نے اپنے بیٹے حسینؑ کے مقتل کا پورا نقشہ کھینچ دیا کہ
یہاں پر وہ شہادت کے درجہ پر فائز ہوگا اور یہاں خاندان رسول ہاشمی کا خون بہے گا۔

ے۔ جس دن یہ مٹی سرخ ہو جائے گی

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا ذکر پہلے ہو چکا ہے حضور نبی کریم
ﷺ نے فرمایا کہ حسین کو عراق میں قتل کر دیا جائے۔ اور یہ کہ جبرئیل نے کربلا کی
مٹی لا کر حضور نبی کریم ﷺ کو دی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

يا ام سلمه اذا تحولت هذه
الترتہ دما فاعلمی ان ابني قد
قتل فجعلتها ام سلمة في
قارورة ثم جعلت تنظر اليها
كل يوم و تقول ان يوما
تحولين دما ليوم عظيم
(الخصائص الكبرى ۲: ۱۲۵)

اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب یہ مٹی
خون میں بدل جائے تو جان لینا کہ
میرا یہ بیٹا قتل ہو گیا ہے۔ ام سلمہ
نے اس مٹی کو بوتل میں رکھ دیا تھا اور
وہ ہر روز اس کو دیکھتیں اور فرماتیں
اے مٹی! جس دن تو خون ہو جائے گی
وہ دن عظیم ہوگا۔

(سر الشہادتین: ۲۸)

(المعجم الكبير للطبراني ۳: ۱۰۸)

شہادت امام حسین کی عظمت کا یہ پہلو بطور خاص اہمیت رکھتا ہے کہ اسکے تذکرے عہد رسالت میں ہی ہونے لگے تھے۔ کسی واقع کا وقوع سے قبل شہرت اختیار کر لینا اسکے غیر معمولی ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

فصل دوم

خاندان رسول ﷺ کے لہو سے تحریر ہونے والی
داستان حریت و ایثار

◦ محرم کو حضور ﷺ کا اضطراب

گزشتہ فصل میں ہم نے بیان کیا کہ تاجدار کائنات ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو کر بلا کی مٹی دے کر فرمایا ’ام سلمہ رضی اللہ عنہا! یاد رکھنا اور دیکھتے رہنا کہ جب یہ مٹی خون میں بدل جائے تو سمجھ لینا میرا حسین ﷺ شہید ہو گیا ہے۔‘ (گویا حضور ﷺ کے علم میں تھا کہ ام سلمہ شہادت حسین ﷺ کے وقت زندہ ہوں گی) ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے وہ مٹی سنبھال کر رکھی حتیٰ کہ ہجری کے ۶۰ برس گزر گئے، ۶۱ کا ماہ محرم آیا۔ ۱۰ محرم الحرام کا دن تھا دو پہر کا وقت تھا میں لیٹی ہوئی تھی خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ تشریف لائے ہیں آپ ﷺ رو رہے ہیں ان کی مبارک آنکھوں سے آنسو رواں ہیں، سر انور اور ریش مبارک خاک آلودہ ہے، میں پوچھتی ہوں یا رسول اللہ! یہ کیفیت کیا ہے؟ میرے آقا ﷺ روتے ہوئے فرماتے ہیں ام سلمہ! میں ابھی ابھی حسین کے مقتل (کر بلا) سے آ رہا ہوں، حسین ﷺ کی شہادت کا منظر دیکھ کر آیا ہوں، ادھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کی اور ادھر مکہ معظمہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دو پہر کا وقت تھا میں لیٹا ہوا تھا۔ خواب دیکھتا ہوں کہ حضور ﷺ تشریف لائے ہیں پریشان حال ہیں، آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک شیشی ہے اس شیشی میں خون ہے میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ خون کیسا ہے فرمایا! ابن عباس! ابھی ابھی مقتل حسین سے آیا ہوں یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے، آج سارا دن کر بلا میں گزرا۔ کر بلا کے شہیدوں کا خون اس شیشی میں جمع کرتا رہا ہوں۔

اگر کوئی سوال کرنے والا یہ سوال کرے کہ ۷۲ شہیدوں کا خون ایک شیشی

میں کیسے سما سکتا ہے تو جواب محض یہ ہوگا کہ جس طرح ۱۴۰۰ صحابیوں کے غسل کا پانی حضور نبی کریم ﷺ کے ایک لوٹے میں بند ہو گیا تھا یا پندرہ صحابہ کا کھانا ایک ہنڈیا میں

سا گیا تھا اسی طرح ۷۲ شہداء کا خون بھی ایک شیشی میں سما سکتا ہے۔
 ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضرت سلمی کہتی
 ہیں:

دخلت علی ام سلمة و ہی
 تبکی فقلت: ما یبکیک؟
 قالت: رایت رسول اللہ ﷺ
 فی المنام و علی رأسه و لحیتہ
 التراب فقلت: مالک یا رسول
 اللہ قال: شہدت قتل الحسین
 انفا.

(سنن ترمذی، ابواب المناقب)
 میں حضرت ام سلمہ کی خدمت میں
 حاضر ہوئی۔ وہ رو رہی تھیں میں نے
 پوچھا ”آپ کیوں رو رہی ہیں؟“
 حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا
 ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب
 میں دیکھا کہ آپ ﷺ کے سر انور
 اور داڑھی مبارک پر گرد و غبار ہے۔
 میں نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ
 کیا بات ہے؟ (یہ گرد و غبار کیسا ہے)
 آپ نے فرمایا ”میں نے ابھی ابھی
 حسین ﷺ کو شہید ہوتے دیکھا ہے۔“

شب عاشور، عبادات کی رات

البدایہ والنہایہ اور ابن کثیر میں کثرت کے ساتھ ان روایات کو مختلف انداز
 میں بیان کیا گیا ہے کہ ۹ محرم الحرام کو نواسہ رسول، حضرت امام حسین
 جسم کے ساتھ اپنی خیمے کے سامنے میدان کر بلا کی ریت پر تشریف فرما ہیں۔ اپنی تلوار
 سے ٹیک لگا رکھی ہے، یوم عاشور کا انتظار کر رہے ہیں کہ اونگھ آگئی، ادھر ابن
 حتمی فیصلہ ہو جانے کے بعد اپنے عسا کر کو حکم دے دیا کہ حسین ﷺ اور ان کے

ساتھیوں پر حملہ کر دو، یزیدی عسا کر حملہ کی نیت سے امام عالی مقام کے اہل بیت اطہار کے خیموں کے قریب پہنچ گئے۔ یزیدی عسا کر کا شور و غوغا سن کر حضرت امام حسین ؑ کی ہمیشہ محترمہ سیدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا باہر تشریف لائیں اور حضرت امام حسین ؑ کو بیدار کیا۔ آپ نے سر انور اٹھایا اور پوچھا زینب رضی اللہ عنہا کیا بات ہے؟ عرض کی امام عالی مقام! دشمن کی طرف سے حملے کی تیاری مکمل ہو چکی ہے فرمایا ہمیشہ زینب رضی اللہ عنہا! ہم بھی تیاری کر چکے ہیں ”بھائی جان تیاری سے کیا مراد ہے؟ زینب رضی اللہ عنہا نے مضطرب ہو کر پوچھا..... فرمایا! زینب رضی اللہ عنہا ابھی ابھی میری آنکھ لگی تھی، نانا جان خواب میں تشریف لائے اور بتایا کہ تم عنقریب ہمارے پاس آنے والے ہو! بہن! ہم اس انتظار میں ہیں، حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں تو بھیا! یہ مصیبت کی گھڑی آ پہنچی؟ فرمایا زینب رضی اللہ عنہا افسوس نہ کر، صبر کر بہن! اللہ تم پر رحم فرمائے گا۔ امام عالی مقام ؑ نے حضرت عباس ؑ کے ذریعہ یزیدی لشکر سے ایک شب کی مہلت مانگی کہ زندگی کی آخری رات ہے میں اپنے رب کی جی بھر کر عبادت کرنا چاہتا ہوں۔ یزیدی لشکر نے نواسہ رسول ﷺ کو ایک رات کی مہلت دے دی۔

حسین ؑ کے اصحاب و فادار

البدایہ النہایہ میں ابن کثیر روایت کرتے ہیں حضرت امام حسین ؑ نے اپنے رفقاء کو جمع کیا اور فرمایا دیکھو کل کا دن دشمن سے مقابلے کا دن ہے۔ کل کا دن یوم شہادت ہے۔ آزمائش کی بڑی کڑی گھڑی آنے والی ہے۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ قیامت کے دن اپنے نانا جان کے حضور تمہاری بے وفائی کا گلہ نہیں کروں گا اور گواہی دوں گا کہ نانا جان یہ میرے

وفادار تھے، میں نے بخوشی انہیں جانے کی اجازت دی تھی۔ جس جس کو ساتھ لے کر جانا چاہتے ہو لے جاؤ، یزیدیوں کو صرف میری گردن کی ضرورت ہے جب میری گردن کاٹ لیں گے تو ان کے کلیجے ٹھنڈے ہو جائیں گے تم اپنی جانیں بچاؤ اور حفظ و امان سے واپس چلے جاؤ۔ جو دوسخا کے پروردہ امام حسین علیہ السلام آخری لمحات میں بھی دوسروں کا بھلا چاہتے نظر آتے ہیں اور اپنے ساتھیوں کو زندگی کے اس نازک موڑ پر بھی اپنے ہمراہ یزیدی انتقام کی بھینٹ چڑھنے سے بچانا چاہتے ہیں لیکن عزیمت کے مسافروں کو آفرین کہ انہوں نے اپنی وفاداری کو زندگی کی عارضی مہلت پر ترجیح دی۔ حضرت امام حسین ؑ کے جان نثار اصحاب اور شہزادوں نے عرض کیا کہ امام عالی مقام! خدا وہ دن نہ لائے کہ ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں آپ کے بغیر دنیا میں رہ کر ہم کیا کریں گے ہم کٹ مریں گے ہماری گردنیں آپ کے قدموں میں ہوں گی ہم اپنی جانیں آپ پر نثار کر دیں گے ہماری لاشوں پر سے گزر کر کوئی بد بخت آپ کو نقصان پہنچائے گا ہم ہرگز ہرگز آپ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ حضرت امام حسن ؑ نے اپنے اصحاب وفادار کا یہ جذبہ ایثار دیکھا تو فرمایا اچھا! یہ آخری رات ہے، سجدے میں گر جاؤ، ساری رات عبادت اور مناجات میں گزری۔ جان نثاران حسین کے خمیوں سے رات بھر اللہ کی حمد و ثنا کی صدائیں آتی رہیں۔

یوم عاشور

نماز فجر جان نثار اصحاب نے امام عالی مقام کی اقتداء میں ادا کی، بارگاہ خداوندی میں کر بلا والے سر بسجود تھے وہ سر جنہیں آج شام نیزوں پر بھی قرآن پڑھنا تھا، اللہ رب العزت کے حضور جھکے ہوئے تھے مولا! یہ زندگی تیری ہی عطا کردہ ہے ہم اسے تیری راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار! یزیدی لشکر نے بھی بد بخت ابن سعد

کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی، ۱۰ محرم الحرام کا سورج طلوع ہوا تو خون میں ڈوبا ہوا تھا، آسمان خون کے آنسو رو رہا تھا۔ آج علی اصغر کے حلقوم میں تیر پیوست ہونا تھا خاندان رسول ہاشمی کے بھوکے پیاسے شہزادوں کے خون سے ریگ کر بلا کو سرخ ہونا تھا۔

حرکی توبہ

یزیدی ۷۲ جان نثاروں اور عورتوں اور بچوں کے خلاف صف آراء ہوئے

دستور عرب کے مطابق پہلے انفرادی جنگ کا آغاز ہوا۔ یزیدی لشکر سے ایک شہ سوار نکلا، ابن سعد سے پوچھا کیا واقعی تم نے امام حسین ؑ کو شہید کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے؟ وہ بد بخت جواب دیتا ہے کہ اس کے سوا ہمارے پاس کوئی چارہ ہی نہیں۔ یہ سن کر شہ سوار پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے کہ یہ بخت تو نواسہ رسول ﷺ کو قتل کر دے گا۔

رسول ﷺ کے گھرانے کا خون بہائے گا۔ اس کے دل میں ایمان کی جو چنگاری سلگ رہی تھی اس نے جوش مارا، قدرت نے اسے اس محبت اہل بیت کا شمر دیا، اس کے اندر کا انسان بیدار ہو گیا۔ وہ خوف سے کانپ رہا تھا۔ اس کی یہ کیفیت دیکھ کر ایک شخص اس سے پوچھتا ہے، تم تو کوفہ والوں میں سے سب سے بہادر شخص ہو، تمہاری بہادری کی تو مثالیں دی جاتی ہیں، میں نے آج تک تمہیں اتنا پڑ مردہ نہیں دیکھا، تمہاری حالت غیر کیوں ہو رہی ہے؟ وہ شخص سراٹھاتا ہے اور امام عالی مقام کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے میرے ایک طرف جنت ہے اور دوسری طرف دوزخ ہے..... مجھے آج اور

اسی وقت دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہے! تھوڑے سے توقف کے بعد وہ شہسوار سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے..... میں نے دوزخ کو ٹھکرانے کا فیصلہ کر لیا ہے اور اپنے لئے جنت کو منتخب کیا ہے، پھر وہ اپنے گھوڑے کو ایڑی لگاتا ہے اور امام عالی مقام کی خدمت میں پہنچتا ہے۔ نواسہ رسول ﷺ حضرت امام حسین ؑ کو

مخاطب کر کے کہتا ہے: حضور! میں آپ کا مجرم ہوں، میں ہی آپ کے قافلے کو گھیر کر میدان کر بلا تک لایا ہوں کیا اس لمحے میں بھی میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ شافع محشر کے نور نظر امام عالی مقام نے فرمایا کہ اگر توبہ کرنے آئے ہو تو اب بھی قبول ہو سکتی ہے۔ وہ کہتا ہے کیا میرا رب مجھے معاف کر دے گا؟ حسین ؑ: ہاں تیرا رب تجھے معاف کر دے گا۔ لیکن یہ تو بتا کہ تیرا نام کیا ہے اس شہسوار کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں، عرض کرتا ہے میرا نام حر ہے، امام عالی مقام نے فرمایا حر تمہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی آزاد کر دیا گیا ہے۔ فرمایا: حرنچے آؤ! وہ کہتا ہے: نہیں امام عالی مقام! اب زندہ نیچے نہیں آؤں گا، اپنی لاش آپ کے قدموں پر نچھاور کروں گا اور یزید کے لشکر کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاؤں گا۔ اس کے بعد خوش بخت حر نے یزیدی لشکر سے خطاب کیا لیکن جب آنکھوں پر مفادات کی پٹی باندھ دی جائے تو کچھ نظر نہیں آتا۔ کوئی لشکر پر حر کی باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔

(البدایہ والنہایہ: ۸: ۱۸۰-۱۸۱)

انفرادی جنگ کا آغاز

اس ذبح عظیم کا لمحہ جوں جوں قریب آ رہا تھا آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سختیاں بڑھتی چلی جا رہی تھیں تین دنوں کے پیاسے حسینی سپاہیوں نے منافقت کے خلاف فیصلہ کن معرکے کی تیاری شروع کر دی۔ انفرادی جنگ کا آغاز ہوا۔ جناب حرا صاحب حسین ؑ کے پہلے شہید تھے اب ایک مجاہد لشکر حسین ؑ سے نکلتا اور ایک یزیدی لشکر سے۔ آپ کے جان نثار دشمن کی صفوں کی صفیں الٹ دیتے، کشتوں کے پستے لگاتے رہے یزیدیوں کو واصل جہنم کر کے اور پھر خود بھی جام شہادت نوش کر کے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر نثار ہو جاتے، پہلے اصحاب حسین شہید ہوئے، غلام

نثار ہوئے، قربات دار ایک ایک کر کے حق شجاعت دیتے ہوئے صفت شہادت سے سرفراز ہوئے۔

خاندان رسول ﷺ کی جانثاری

اب پیغمبر اعظم ﷺ کے خاندان کے افراد کی باری تھی۔ ان کے چہرے متمتارہے تھے۔ بھوک اور پیاس سے برا حال ہو رہا تھا لیکن جذبہ شہادت کے جوش میں دنیا کی یہ چیز ان کے نزدیک بے وقعت ہو کر رہ گئی تھی۔ علی اکبر جسے ہم شکل پیغمبر ہونے کا اعزاز حاصل تھا بارگاہ حسین ﷺ میں حاضر ہوتا ہے کہ ابا جان! اب مجھے اجازت دیجئے۔ حضرت امام حسین ﷺ نے اس کی پیشانی پر الوداعی بوسہ ثبت کرتے ہوئے جو اس سال بیٹے کو سینے سے لگایا اور بیٹے کو حسرت بھری نظروں سے دیکھا اور دعائیں دے کر مقتل کی طرف روانہ کیا کہ بیٹا! جاؤ اللہ کی راہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرو علی اکبر شیر کی طرح میدان جنگ میں آئے، سراپا پیکر رعنائی، سراپا پیکر حسن، سراپا پیکر جمال، مصطفیٰ مجتبیٰ ﷺ کی تصویر کامل، یزیدی لشکر سے نبرد آزماتا تھا۔ حضرت امام حسین ﷺ مقتل کی طرف بڑھے کہ اپنے بیٹے کی جنگ کا نظارہ کریں وہ دشمن پر کس طرح جھپٹتا ہے؟ لیکن لشکر یزید میں اتنا گرد و غبار چھایا ہوا تھا کہ امام عالی مقام داد شجاعت دیتے ہوئے علی اکبر کو نہ دیکھ سکے۔

امام عالی مقام آرزو مند تھے کہ دیکھیں میرا بیٹا کس طرح راہ حق میں استقامت کا کوہ گراں ثابت ہوتا ہے کس طرح یزیدی لشکر پر وار کرتا ہے، شجاعت حیدری کے پیکر علی اکبر برق رعد بن کر یزیدی عساکر پر حملہ کر رہے تھے، صفیں کی صفیں الٹ رہے تھے۔ لشکر یزید جس طرف دوڑتا امام عالی مقام سمجھ جاتے کہ علی اکبر اس طرف داد شجاعت دے رہا ہے، اسی طرح سمتوں کا تعین ہوتا رہا، یزیدی سپاہی

واصل جہنم ہوتے رہے، علی اکبر مردانہ وار جنگ کر رہے تھے۔ تین دن کے پیاسے تھے، گردوغبار سے فائدہ اٹھا کر گھوڑے کو ایڑی لگا کر واپس آئے عرض کی اباجان! اگر ایک گھونٹ پانی مل جائے تو تازہ دم ہو کر بدبختوں پر حملہ کروں۔ فرمایا: بیٹا! میں تمہیں پانی تو نہیں دے سکتا میری زبان کو چوس لو، امام عالی مقام ؑ کی اپنی زبان خشک ہے، امام عالی مقام نے اپنی زبان مبارک علی اکبر کے منہ میں ڈال دی کہ بیٹا اسی طرح نانا جان اپنی زبان میرے منہ میں ڈالا کرتے تھے۔ شاید وہ میرے منہ میں اپنی زبان آج کے دن کے لئے ڈالتے تھے۔ علی اکبر نے اپنے بابا کی سوکھی ہوئی زبان چوسی، ایک نیا حوصلہ اور ولولہ ملا۔ پلٹ کر پھر لشکر یزید پر حملہ کر دیا اچانک لڑتے لڑتے آواز دی۔

یا ابتاہ ادر کنی اباجان آ کر مجھے تھام لیجئے

حضرت امام حسین ؑ سمجھ گئے کہ جواں سال بیٹے کی شہادت کی گھڑی آگئی،

دوڑ کر علی اکبر کی طرف آئے، قریب ہو کر دیکھا تو ہمیشگی کا رنگ علی اکبر زمین پر تھا۔

لشکر یزید کے کسی بدبخت سپاہی کا نیزہ علی اکبر کے سینے میں پیوست ہو چکا تھا، امام عالی مقام زمین پر بیٹھ گئے اپنے زخمی بیٹے کا بوسہ لیا، علی اکبر نے کہا اباجان! اگر یہ نیزے کا پھل سینے سے نکال دیں تو پھر دشمن پر حملہ کروں۔ امام عالی مقام نے علی اکبر کو اپنی گود میں لے لیا، نیزے کا پھل کھینچا تو سینے سے خون کا فوارہ بہہ نکلا اور روح قفسِ غضری سے پرواز کر گئی انا لله و انا الیہ راجعون۔

امام عالی مقام جواں سال بیٹے کی لاش کو لیکر اپنے خیموں کی طرف پلٹے،

راوی بیان کرتا ہے کہ جب حضرت امام حسین ؑ میدانِ کربلا میں آئے تھے تو ۱۰ محرم

کے دن آپ کی عمر مبارک ۵۶ برس پانچ ماہ اور پانچ دن تھی مگر سرانور اور ریش

مبارک کا ایک بال بھی سفید نہ تھا لیکن جب جواں علی اکبر کا لاشہ اپنے بازوؤں میں سمٹ

کر پلٹے تو سرانور کے سارے بال اور ریش مبارک سفید ہو چکی تھی۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کہہ رہی تھیں کہ پھوپھی جان! بابا جان بوڑھے ہو گئے ہیں۔ غم نے باپ کو نڈھال کر دیا تھا۔

علی اکبر کے بعد قاسم بھی شہید ہو گئے

امام عالی مقام ﷺ دیکھ رہے ہیں کہ اب کونسا گل رعنا عروس شہادت سے ہمکنار ہونے کے لئے مقتل کی طرف روانہ ہوتا ہے..... اب کون علی اکبر کے ساتھ اپنی مسند شہادت بچھاتا ہے..... اب کون مفارقت کے داغوں سے سینہ چھلنی کرتا ہے..... اب کون تشنہ لب حوض کوثر پر پہنچ کر اپنی پیاس بجھاتا ہے..... اب کون اپنے لہو سے داستان حریت کا نیا باب تحریر کرتا ہے.....؟

نظریں اٹھا کر دیکھتے ہیں تو سامنے امام حسن ﷺ کے لخت جگر قاسم کھڑے ہیں، یہ وہ جوان ہیں جن کے ساتھ حضرت سیکنہ کی نسبت طے ہو چکی ہے، عرض کرتے ہیں چچا جان! اجازت دیجئے کہ اپنی جان آپ کے قدموں پر نثار کر دوں، امام عالی مقام جو مقام رضا پر فائز ہیں فرماتے ہیں۔ قاسم! تو تو میرے بڑے بھائی حسن ﷺ کی اکلوتی نشانی ہے تمہیں دیکھ کر مجھے بھائی حسن ﷺ یاد آ جاتے ہیں، تجھے مقتل میں جانے کی اجازت کیسے دے دوں؟ قاسم نے کہا چچا جان! یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اپنے خون سے حق کی گواہی نہ دوں؟ چچا جان! مجھے جانے دیجئے، میری لاش پر سے گزر کر ہی دشمن آپ تک پہنچ پائے گا، اگر آج آپ کے قدموں پر جان نثار نہ کر سکا تو کل ابا جان کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ ہزاروں دعاؤں کی چھاؤں میں خانوادہ رسول ﷺ کا یہ چشم و چراغ بھی میدان شہادت کی طرف بڑھنے لگا۔

حمید بن زیاد، ابن زیاد کی فوج کا سپاہی ہے، البدایہ والنہایہ میں امام ابن کثیر کی

روایت کے مطابق وہ بیان کرتا ہے کہ ہم نے اچانک دیکھا کہ اہل بیت کے خیموں میں سے ایک خوبصورت اور کڑیل جوان نکلا، اس کا چہرہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔ اس کے ہاتھ میں تلوار لہرا رہی تھی۔ غالباً اس کے بائیں جوتے کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا وہ شیر کی طرح حملہ آور ہوا، ابن سعد کے لشکر پر ٹوٹ پڑا اور یزیدیوں کو واصل جہنم کرنے لگا، یہ جوان امام حسن کا بیٹا قاسم تھا، یزیدیوں نے چاروں طرف سے حملہ کر دیا کسی بد بخت نے شہزادہ قاسم کے سر پر تلوار ماری آواز دی یا عمامہ! اور چکرا کر گر پڑے، امام عالی مقام علی اکبر کے غم میں نڈھال تھے، بھتیجے کی لاش کے گرنے کا منظر دیکھا تو اٹھے، قاسم کی لاش پر آئے، فرمایا بیٹے قاسم، یہ کیسی گھڑی ہے کہ میں آج تیری مدد نہیں کر سکا! امام عالی مقام نے قاسم کے لاشے کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ امام ابن کثیر کے مطابق راوی کا کہنا ہے کہ امام عالی مقام ایک جوان کی لاش اٹھا کر خیموں کی طرف لائے، وہ اتنا کڑیل جوان تھا کہ اس کے پاؤں اور ٹانگیں زمین پر لٹک رہی تھیں۔ میں نے کسی سے پوچھا یہ جوان جس کو حسین ؑ اٹھا کر لے جا رہے ہیں کون ہے کسی نے مجھے بتایا کہ امام حسن ؑ کا بیٹا قاسم ہے، امام عالی مقام نے قاسم کی لاش کو بھی اپنے شہزادے علی اکبر کی لاش کے ساتھ لٹا دیا۔

معصوم علی اصغر کی شہادت

علی اکبر اور قاسم کے لاشوں کو ایک ساتھ لٹا کر حضرت امام حسین ؑ ایک لمحہ کے لئے خیمے کے دروازے پر بیٹھے دکھ اور کرب کی تصویر بنے کسی گہری سوچ میں غرق تھے۔ زبان حال سے کہہ رہے تھے نانا جان! آپ ؑ کی امت نے آپ ؑ کے گلشن کو تاراج کر دیا ہے..... آپ ؑ کے شہزادے خون میں نہائے ہوئے ہیں..... وہ دیکھئے علی اکبر اور قاسم کے لاشے پڑے ہیں..... اب

کچھ دیر بعد خیموں کو آگ لگا دی جائے گی..... لاشوں پر گھوڑے دوڑائے جائیں گے..... نانا.....! آپ کی بیٹیوں سے روئیں چھین لی جائیں گی..... انہیں قیدی بنا کر شام کے بازاروں میں پھیرا یا جائے گا.....

خیالات کا سلسلہ اس وقت ٹوٹا جب بیبیوں نے خیموں کے اندر سے علی اصغر کو آپ کے پاس بھیج دیا۔ امام عالی مقام نے اپنے ننھے منے بیٹے کو اپنی گود میں سمیٹا، بے ساختہ پیار کیا اور اس کا سر منہ چوم کر آنے والے لمحات کے لئے نصیحتیں فرمانے لگے کہ بنی اسد کے قبیلے کے ایک بد بخت نے تیرا مارا جو معصوم علی اصغر کے حلقوم میں پیوست ہو گیا۔ ننھا بچہ اپنے ہی خون میں نہا گیا۔ امام عالی مقام نے اس معصوم کے خون سے چلو بھر کر آسمان کی طرف اچھال دیا کہ باری تعالیٰ ہم تیری رضا اور خوشی کے طلب گار ہیں..... ننھے علی اصغر کی یہ قربانی قبول فرما۔ ابن کثیر کی روایت ہے جسے طبری نے بھی نقل کیا ہے کہ حضرت علی اصغر کی ولادت بھی میدان کر بلا ہی میں ہوئی تھی، بیبیوں نے نوموود علی اصغر کو حضرت امام حسین ؑ کے پاس اس لئے بھیجا تھا کہ وہ نوموود کے کان میں اذان کہیں ادھر امام عالی مقام نے اللہ اکبر کے الفاظ ادا کئے ادھر یزیدی لشکر کی طرف سے تیر آیا جو علی اصغر کے گلے سے پار ہو گیا اور ان کی معصوم روح نفس غضری سے پرواز کر گئی۔ بعض روایات کے مطابق شہادت کے وقت علی اصغر کی عمر چھ ماہ تھی اور وہ پیاسے تھے امام عالی مقام کی خدمت میں انہیں اس لئے روانہ کیا گیا کہ یزیدیوں سے کہا جائے کہ ہمارا پانی تو تم نے بند کر دیا ہے لیکن اس معصوم بچے نے تمہارا کیا باگاڑا ہے اس کے لئے تو پانی دے دو۔

غیرت حسین کے منافی روایت کا تجزیہ

میں سمجھتا ہوں کہ پانی مانگنے کی پر روایت امام عالی مقام کی غیرت اور حمیت

کے منافی ہے وہ حسین رضی اللہ عنہ جو اصولوں کی خاطر میدان کربلا میں اپنے شہر اہل کی قربانیاں دے سکتے ہیں، پانی کی ایک بوند کے لئے یزیدی لشکر کے سامنے دست سوال دراز نہیں کر سکتے تھے۔ حسین رضی اللہ عنہ ابن علی رضی اللہ عنہ کی غیرت دست سوال دراز کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ اگر علی اصغر کے لئے پانی مانگنا ہی تھا تو اس کا سوال یزیدی لشکر سے کیوں کیا جاتا؟ رب ذوالجلال کی عزت کی قسم! اگر حسین رضی اللہ عنہ پانی کے لئے بارگاہ خداوندی میں ہاتھ اٹھاتے اور آسمان کی طرف اشارہ کرتے تو چاروں طرف سے گھٹائیں دوڑ کر آتیں اور کربلا کی پتی ہوئی زمین تک کی پیاس بجھ جاتی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اڑھی سے زم زم کا چشمہ پھوٹ نکلا تھا اگر نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میدان کربلا میں اڑھی مارتے تو ریگ کربلا سے لاکھوں چشمے پھوٹ پڑتے، مگر نہیں یہ مقام رضا تھا..... یہ مقام توکل تھا..... یہ مقام تفویض اور مقام صبر تھا..... یہ مرحلہ استقامت تھا..... یہ لمحہ امتحان کا لمحہ تھا..... امام عالی مقام رضی اللہ عنہ آزمائش کی اس گھڑی میں ڈمگنا نہیں سکتے تھے کیونکہ وہ براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے۔ آپ صبر و رضا کے مقام پر استقامت کا کوہ گراں بنے رہے اس لئے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کا خدا تھا۔ چشم فلک حسین رضی اللہ عنہ کی استقامت کا یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ مکین گنبد خضرا کے ساتھ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ کی نظریں بھی عزم و استقلال کے پیکر حسین رضی اللہ عنہ کے جلال و جمال کا نظارہ کر رہی تھیں۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا زبان حال سے کہہ رہی تھیں بیٹا حسین رضی اللہ عنہ! میں نے تجھے دودھ پلایا ہے۔ آج میں کربلا کے میدان میں اپنے دودھ کی لاج دیکھنے آئی ہوں۔ بیٹا! میرے دودھ کی لاج رکھنا۔ دیکھنا علی اکبر اور علی اصغر کی قربانی کے وقت تیرے قدم ڈمگانہ نہ جائیں، ادھر علی مرتضیٰ شیر خدا فرما رہے تھے حسین رضی اللہ عنہ! ارہا خدا میں استقامت سے ڈٹے رہنا، اپنے بابا کے خون کی لاج رکھنا۔ ادھر محبت حسین رضی اللہ عنہ! میں تاجدار

کائنات ﷺ کو بلا کے شہیدوں کا خون ایک شیشی میں جمع فرما رہے تھے، حسین! میرے کندھوں پر سواری کی لاج رکھنا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ سے لیکر علیؑ اور اپنی امی جان فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے مقدس چہرے سامنے ہوں تو حسینؑ جیسے بہادر شخص کے قدم شاہراہ شہادت پر کیسے ڈگمگا سکتے ہیں؟ آپ یزیدیوں کے سامنے دست سوال کس طرح دراز کر سکتے تھے؟ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے لگا کرنے والے بھلا موت سے کب ڈرتے ہیں؟ جو مرنا نہیں جانتے انہیں جینے کا بھی کوئی حق نہیں اور جو مرنا جانتے ہیں وہ اللہ کی راہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے حیات جاوداں پالیتے ہیں اسی لئے کہا گیا کہ اللہ کی راہ میں مارے جانے والوں کو مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں۔ حسینؑ آزمائش کی ان گھڑیوں میں ثابت قدم رہے اس لئے کہ آج انہیں ذبح اسماعیل کا فدیہ بنا کر ذبح عظیم کے مقام بلند پر رونق افروز ہوتا تھا آج حسینؑ کو دعائے ابراہیم علیہ السلام کی تکمیل کا باعث بنتا تھا۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے

نواسہ رسول ﷺ کو بلا کے میدان میں تنہا کھڑا ہے..... ہونٹوں پر تشنگی کے کانٹے چھ رہے ہیں..... آسمان سے سورج آگ برسا رہا ہے..... نینوا کے سینے سے فرات بہ رہا تھا آج نواسہ رسول ﷺ کے علاوہ یہ پانی ہر شخص کے لئے عام ہے..... امام عالی مقام کے جان نثار ایک ایک کر کے راہ حق میں توحید کی گواہی دیتے دیتے جام شہادت نوش کر چکے ہیں..... گلستان رسول اجر چکا ہے..... چمنستان فاطمہ رضی اللہ عنہا کو موت کی بے رحم ہواؤں نے اپنے دامن میں سمیٹ رکھا ہے..... عون و محمد بھی رخصت ہو چکے ہیں..... عباس علمدار

مقام شہادت پاچکے ہیں..... شہزادہ قاسم موت کو گلے سے لگا چکے ہیں
..... شہزادہ علی اکبر کا بے گور و کفن لاشہ ریگ کر بلا پر پڑا ہے..... معصوم علی
اصغر کا خون بھی فضا کر بلا کو رنگین کر گیا ہے..... امام عالی مقام اپنے جان نثاروں
کے لاشے اٹھاتے اٹھاتے نڈھال ہو چکے ہیں..... لیکن..... علی ﷺ کی شجاعت،
بہادری اور جوانمردی پر ڈھلتی عمر کا سایہ بھی نہیں پڑا۔ شیر خدا حضرت علی ﷺ کا شیر
اپنے تمام اثاثے لٹانے کے بعد بھی استقامت کی تصویر بنا ہوا ہے۔ ایمان کی روشنی
آنکھوں سے جھلک رہی ہے۔ چہرے پر اعتماد کا نور بکھرا ہوا ہے، گھوڑے پر سوار ہوتے
ہیں، زینب رضی اللہ عنہا رکاب تھامتی ہیں، امام عالی مقام میدان کر بلا میں تلوار لئے
کھڑے ہیں، یزیدی عساکر پر خاموشی چھائی ہوئی ہے۔ فرزند شیر خدا کا سامنے کرنے
سے ہر کوئی کترارہا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ دم مقابل کون کھڑا ہے۔ نواسہ رسول کو
پہچانتے ہیں ان کی عظمت اور فضیلت سے آگاہ ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ ان کے پیغمبر
ﷺ کا فرمان ہے کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، وہ جانتے ہیں کہ نبض
حسین نبض رسول ہے، لیکن مصلحتیں پاؤں کی زنجیر بنی ہوئی ہیں۔ مفادات نے
ہونٹوں پر قفل ڈال رکھے ہیں۔ لالچ، حرص اور طمع نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال رکھا
ہے اور وہ نواسہ رسول ﷺ کو قتل کر کے دربار یزید میں مسند شاہی کا قرب حاصل
کرنے کی آرزو مند ہیں۔ یزیدی لشکر میں سے کوئی نکل کر شہسوار کر بلا کا مقابلہ کرنے
کی جرأت نہ کر سکا۔

یزیدی لشکر نے جان نثاران حسین ﷺ کی استقامت، شجاعت اور جرات دیکھ
کر انفرادی جنگ بند کر دی تھی، جب حسین مقتل میں آئے تو اجتماعی حملہ جاری تھا لیکن
پورا لشکر بھی اجتماعی طور پر نواسہ رسول ﷺ پر حملہ کرنے سے ڈر رہا تھا۔ دور دور سے
تیر چلاتے رہے، کئی گھنٹوں تک حسین ﷺ کے جسم پر تلوار کا زخم نہ لگا کیونکہ قریب آ کر علی ﷺ

کی شجاعت کے وارث سے جنگ کرنے کا کسی کو حوصلہ نہ ہوا۔ تیروں کی برسات میں امام عالی مقام کا جسم اطہر چھلنی ہو گیا۔ زخموں سے چور امام پر چاروں طرف سے حملہ کیا گیا۔ شمر اور یزید کے بد بخت سپاہی قریب آگئے، یکبارگی حسین ؑ کو تلواروں کے نرغے میں لے لیا گیا۔ آخر مردانہ وار جنگ کرتے کرتے شہسوار کر بلا گھوڑے سے نیچے آگئے۔ نیزوں اور تلواروں سے بھی امام عالی مقام کا جسم چھلنی کر دیا گیا۔

زندگی کا آخری لمحہ آپہنچا، امام عالی مقام نے دریافت فرمایا کہ کون سا وقت

ہے جو اب ملا نماز کا وقت ہے۔ فرمایا: مجھے اپنے مولا کے حضور آخری سجدہ کر لینے

دو۔ خون آلودہ ہاتھوں کے ساتھ تیمم کیا اور بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہو گئے باری

تعالیٰ یہ زندگی تیری ہی دی ہوئی ہے اسے تیری ہی راہ میں قربان کر رہا ہوں اے خالق

کائنات! میرا یہ آخری سجدہ قبول ہو۔ بد بخت شمر آگے بڑھا اور چاہا کہ امام عالی مقام کا

سرتن سے جدا کر دے کہ حضرت امام حسین ؑ نے کہا میرے قاتل! ذرا مجھے اپنا سینہ

تو دکھا کیونکہ میرے نانا نے مجھے جہنمی کی نشانی بتائی تھی۔

۱۔ امام ابن عساکر نے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كأني أنظر إلى كلب أبقع يلغ

في دماء اهل بيتي

(کنز العمال ج: ۳۲۳۲۲) گویا کہ میں ایک سفید داغوں والے

کتے کو دکھ رہا ہوں جو میرے اہل بیت

کے خون میں منہ مار رہا ہے۔

۲۔ محمد بن عمرو بن حسین بیان کرتے ہیں:

ہم سیدنا امام حسین ﷺ کے ساتھ
 کربلا کے دریا پر موجود تھے تو آپ ﷺ
 نے شمر کے سینے کی طرف دیکھا اور
 فرمایا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے
 سچ فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے
 فرمایا تھا کہ گویا میں اس سفید داغوں
 والے کتے کی طرف دیکھ رہا ہوں جو
 میرے اہل بیت کے خون میں منہ مار
 رہا ہے اور شمر برص کے داغوں والا
 تھا۔

كنا مع الحسين بنهر كربلا
 فنظر إلى شمر ذى الجوشن
 فقال: صدق الله ورسوله! فقال
 رسول الله ﷺ كائى أنظر: إلى
 كلب أبقع يلغ فى دماء أهل
 بيتى و كان شمر أبرص
 (کنز العمال فضائل اہل بی قتل حسین، ۱۳)

چنانچہ آپ ﷺ نے نشانی دیکھ کر فرمایا ہاں یہ بدبختی تیرا ہی مقدر ہے، وہ
 بدبخت آگے بڑھا اور سراقہ کو تن سے جدا کر دیا۔ ادھر روح نے نفس عنصری سے
 پرواز کی ادھر ندا آئی۔

يا ايها النفس المطمئنة ارجعي
 الى ربك راضية مرضية
 اے اطمینان پاجانے والے نفس۔ تو
 اپنے رب کی طرف اس حال میں
 لوٹ آ کہ تو اس کی رضا کا طالب بھی
 ہو اور اس کی رضا کا مطلوب بھی (گویا
 اس کی رضائیری مطلوب ہو اور تیری
 رضا اس کی مطلوب)

حسین! میں تجھ پر راضی ہو گیا۔ اے روح حسین! میرے پاس لوٹ آ جنت
 کے دروازے کھلے ہیں، حور و غلمان تیرے منتظر ہیں، قدسیان فلک تیرے انتظار میں ہیں۔

ذبحِ عظیم

امام عالی مقام اپنا سارا گھرانہ اللہ کی راہ میں قربان کر چکے ہیں۔ اسلام کی عزت و حرمت پر علی اصغر جیسے معصوم فرزند کی بھی قربانی دے چکے ہیں۔ اپنی جان کا نذرانہ دے کر توحید الہی کی گواہی دے چکے ہیں، آپ مقام صبر و رضا پر استقامت سے ڈٹے رہے، قدسیانِ فلک متحیر ہیں کہ پیکر ان صبر و رضا ایسے بھی ہوتے ہیں.....؟

امام عالی مقام نے اپنے نانا اور ابا کے خون اور اپنی امی کے دودھ کی لاج رکھ لی، حسین کامیاب ہو گئے۔ حسینیت زندہ ہو گئی۔ واقعی یہ خانوادہ اور اس کا عالی وقار سربراہ۔۔۔۔۔ اس ذبحِ عظیم کا سزاوار ہے۔ آج سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی روح بھی رشک کر رہی تھی کہ یہ شرف بھی انکی نسل کے ایک فرد فرید کے حصے میں آیا۔ حسین علیہ السلام عظیم کامیابی پر قدسیانِ فلک باشندگان کرہ ارضی کا سلام قبول ہو، حسین راہِ خدا میں نذرانہ جان پیش کر کے اور ملکیت اور آمریت کے اندھیروں میں اپنے خون کے چراغ روشن کر کے ذریتِ ابراہیمی کی محافظت کی علامت بن گئے، شہادتِ عظمیٰ نے انہیں ولایتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نشان بنا دیا۔ حسین علیہ السلام قیامت تک کے لئے اسلام کی حفاظت کا ستون بن گئے۔

شہادتِ حسین پر آسمان کا نوحہ

شہادتِ حسین علیہ السلام تاریخِ انسانی کا ایک غیر معمولی واقعہ ہے کہ پیغمبر کے پیروکاروں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو بیدردی سے شہید کر کے اس کا سر اقدس نیزے پر سجایا۔ یہی نہیں خاندانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہزادوں اور اصحابِ حسین کو بھی اپنے انتقام کا نشانہ بنا کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان کا جرم یہ تھا کہ وہ ایک فاسق اور فاجر کی بیعت کر کے دین میں تحریف کے مرتکب نہیں ہوئے تھے، انہوں نے اصولوں پر

باطل کے ساتھ سمجھوتے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ انہوں نے آمریت اور ملوکیت کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے انکار کر دیا تھا، انہوں نے انسان کے بنیادی حقوق کے غاصبوں کی حکومت کی توثیق کرنے کی بزدلی نہیں دکھائی تھی۔ حسین ابن علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ۷۲ جان نثاروں کے خون سے کربلا کی ریت ہی سرخ نہیں ہوئی، بلکہ اس سرخی نے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

محدثین بیان کرتے ہیں کہ امام عالی مقام کی شہادت پر نہ صرف دنیا روئی، زمین و آسمان نے بھی آنسو بہائے، شہادت حسین پر آسمان بھی نوحہ کناں تھا انسان تو انسان جنات نے بھی مظلوم کربلا کی نوحہ خوانی کی۔ محدثین بیان کرتے ہیں کہ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کے وقت بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا گیا اس کے نیچے سے خون نکلا، شہادت حسین کے بعد ملک شام میں بھی جس پتھر کو ہٹایا گیا اس کے نیچے سے خون کا چشمہ ابل پڑا۔ محدثین کا کہنا ہے کہ شہادت حسین پر پہلے آسمان سرخ ہو گیا۔ پھر سیاہ ہو گیا۔ ستارے ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے یوں لگتا تھا جیسے کائنات ٹکرا کر ختم ہو جائے گی یوں لگا جیسے قیامت قائم ہو گئی ہو دنیا پر اندھیرا چھا گیا۔

۱۔ امام طبرانی نے ابوقبیل سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے کہ:

لما قتل الحسين بن علي
انكسفت الشمس كسفة حتى
بدت الكواكب نصف النهار
حتى ظننا أنها هي
مجمع الزوائد ۹: ۱۷۷

جب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو سورج کو شدید گہن لگ گیا حتیٰ کہ دوپہر کے وقت تارے نمودار ہو گئے یہاں تک کہ انہیں اطمینان ہونے لگا کہ یہ رات ہے۔

معجم الکبیر ج: ۲۸۳۸

۲۔ امام طبرانی نے معجم الکبیر میں جمیل بن زید سے روایت کی ہے انہوں نے کہا!

جب حسینؑ کو شہید کیا گیا تو آسماں
سرخ ہو گیا۔

لما قتل الحسين احمرت
السماء

معجم الکبیر، ج: ۲۸۳۷

مجمع الزوائد، ۹: ۱۹۷

۳۔ عیسیٰ بن حارث الکندی سے مروی ہے کہ:

جب امام حسین کو شہید کر دیا گیا تو ہم
سات دن تک ٹھہرے رہے جب ہم
عصر کی نماز پڑھتے تو ہم دیواروں کے
کناروں سے سورج کی طرف دیکھتے تو
گویا وہ زرد رنگ کی چادریں محسوس
ہوتا اور ہم ستاروں کی طرف دیکھتے
ان میں سے بعض، بعض سے
ٹکراتے۔

لما قتل الحسين مكثنا سبعة
أيام اذا صلينا العصر نظرنا الى
الشمس على أطراف الحيطان
كأنها الملاحف المعصفرة و
نظرنا إلى الكواكب يضرب
بعضها بعضاً

معجم الکبیر، ج: ۲۸۳۹

۴۔ امام طبرانی نے معجم الکبیر میں محمد بن سیرین سے روایت کی ہے۔ فرماتے ہیں!

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی شہادت کے وقت آسمان پر سرخی
چھائی رہی۔

لم يكن في السماء حمرة حتى
قتل الحسين

معجم الکبیر، ج: ۲۸۴۰

مجمع الزوائد، ۹: ۱۹۷

۵۔ امام طبرانی سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کرتے ہیں۔ سیدہ فرماتی ہیں!

میں نے جنوں کو سنا کہ وہ حسین بن علی کے قتل پر نوحہ کر رہے ہیں۔

سمعت الجن تنوح علی
الحسین بن علی رضی اللہ عنہ
مجم الکبیر، ح: ۲۸۶۲، ۲۸۶۷
مجمع الزوائد ۹: ۱۹۹

۶۔ امام طبرانی نے زہری سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو
شہید کر دیا گیا تو بیت المقدس کا جو پتھر
بھی اٹھایا جاتا اس کے نیچے تازہ خون پایا
گیا۔

لما قتل الحسین بن علی رضی
اللہ عنہ لم یرفع حجر بیت
المقدس الا وجد تحته دم
عیط۔

مجم الکبیر، ح: ۲۸۳۴

۷۔ امام طبرانی نے امام زہری سے اس قسم کی ایک اور روایت بھی نقل کی ہے۔ انہوں نے کہا!

شہادت حسین ﷺ کے دن شام میں جو
بھی پتھر اٹھایا جاتا تو وہ خون آلود ہوتا

مارفع حجر بالشام یوم قتل
الحسین بن علی الاعن دم
مجم الکبیر، ح: ۲۸۳۵
مجمع الزوائد ۹: ۱۹۴

شام غریباں

کربلا میں شام نے اپنے پر پھیلا دیئے۔ سورج نے فرط خوف سے مغرب کی
واد یوں میں اپنا منہ چھپا لیا۔ آسمان کی آنکھیں خون کے آنسوؤں سے بھر گئیں۔
خاندان رسول ہاشمی کے ایک ایک فرد کو قتل کرنے کے بعد یزید یوں کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا، انتقام

کی آگ سرد نہ ہوئی، امام حسین اور ان کے جان نثار رفقا کے لاشوں پر گھوڑے دوڑنے لگے، گھوڑوں کی ٹاپ سے شہزادگان رسول ﷺ کے نازک جسموں کو روند ڈالا۔ یہ نازک جسم پہلے ہی تیغ و تیر سے چھلنی ہو چکے تھے۔ پھر خانوادہ اہل بیت کے خیموں کو آگ لگا دی گئی۔ سیکڑے طمانچے کھا چکی تو خیموں کا سامان بھی لوٹ لیا گیا۔ اپنے پیغمبر کے گھرانے کی برہنہ سر بیسیوں کو قیدی بنایا گیا۔ بیمار کربلا زین العابدین بھی قیدی بن گئے۔ شہیدان کربلا کے سروں کو کاٹ کر نیزوں پر چڑھا لیا گیا۔ اور اسیران کربلا کا قافلہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی قیادت میں شہیدوں کے سروں کے ساتھ کوفہ کی جانب روانہ ہوا۔ شام کے سائے کچھ اور بھی گہرے ہو گئے، بیسیوں کی برہنہ سروں کو رات نے اپنے سیاہ آنچل سے ڈھانپ دیا۔ ابھی اس قافلے کی قیادت بیمار کربلا حضرت زین العابدین کر رہے تھے۔ اس وقت ان کی عمر تیرہ چودہ برس کے قریب تھی۔ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شہزادی زینب رضی اللہ عنہا خواتین کی دیکھ بھال کرتیں کہ کوئی بچہ قافلے سے بچھڑ نہ جائے، کسی بی بی کے سر سے دوپٹہ لڑھک نہ جائے۔

عیسائی راہب کا اظہار عقیدت

اسیران کربلا کا قافلہ اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ راستے میں رات ہو گئی، چنانچہ ’فاتحین کربلا‘ نے پڑاؤ کا فیصلہ کیا۔ پڑاؤ کی جگہ کے قریب ہی ایک گرجا گھر تھا۔ اس گرجے میں ایک ضعیف العمر عیسائی راہب رہتا تھا۔ بڑا پرہیزگار اور متقی راہب تھا۔ عبادت گزار بھی تھا اور خدا ترس بھی۔ اسے جب معلوم ہوا کہ قافلے والے اپنے پیغمبر کے نواسے اور اس کے اصحاب کو قتل کرنے کے بعد ان کے سر لے کر یزید کے پاس جا رہے ہیں تو اس نے قافلہ کے یزیدی امیر سے کہا میں تمہیں دس ہزار دینار دوں گا شرط صرف یہ ہے کہ آج کی رات تمہارے پیغمبر کے نواسے کا سر میرے پاس رہے گا۔ اس کے لئے تم پڑاؤ ہمارے پاس کرو۔ تمہاری خدمت بھی کروں گا اور تمہیں عزت کے ساتھ روانہ کروں گا۔ یزیدی امیر دنیا دار شخص تھا حرص دنیا کا طالب، اس نے راہب کی شرائط مان لیں اور حسین کا سر اس راہب کے حوالے کر دیا۔ راہب حسین ﷺ کا سر

لے کر اندر چلا گیا۔ راہب نے نیزے پر سے سر انور کو اتارا اور اس کو خوشبودار پانی سے دھویا اسے صاف کیا اور خوشبو لگائی، خوبصورت غلاف میں رکھا اور اس کے پاس بیٹھ گیا۔ رات بھر چہرہ حسین ﷺ کی زیارت میں مصروف رہا۔ وہ راہب بیان کرتا ہے کہ حسین ﷺ کا سر پڑا ہے اور اس سر سے نوری شعاعیں اٹھ کر عرش معلیٰ تک جا رہی ہیں، نور کا ہالہ سراقدرس کا طواف کر رہا ہے جب اس نے یہ کیفیت دیکھی تو ساری رات قتل حسین ﷺ پر آنسو بہاتا رہا۔ حسین ﷺ کے احترام اور توقیر کا اسے یہ صلہ ملا کہ صبح جب باہر نکلا رحمت خداوندی نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا اس نے کلمہ پڑھا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ ایک طرف وہ شقی القلب ابن سعد کے سپاہی تھے کہ بے ادبی کا ارتکاب کر کے دولت ایمان سے محروم ہو گئے اور ایک یہ راہب تھا کہ حسین کے سر کی عزت کرنے کے صدقے میں اس کا دامن ایمان کی نعمت سے بھر دیا گیا۔

ایک قاتل کی بیوی کی گواہی

روایات میں ہے کہ ابن سعد نے امام عالی مقام کے سراقدرس کو خولی کے ہاتھ ابن زیاد کے دربار میں بھیجا جب خولی حضرت امام حسین ﷺ کا سراقدرس لے کر کوفہ میں پہنچا تو قصر امارت کا دروازہ بند ہو چکا تھا چنانچہ وہ سر انور کو اپنے گھر لے آیا اور ایک برتن سے سر انور کو ڈھانپ دیا اس کی بیوی نوار سخت ناراض ہوئی کہ تو رسول خدا ﷺ کے نواسے کا سر لے کر آیا ہے چنانچہ وہ اس جگہ آ بیٹھی جہاں امام عالی مقام کا سراقدرس رکھا تھا۔ وہ روایت کرتی ہے۔

خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ ایک نور
برابر آسمان سے اس برتن تک ستون
کی مانند چمک رہا ہے اور میں نے سفید
پرندے دیکھے جو برتن کے ارد گرد
منڈلا رہے تھے۔

قوالله ما زلت انظر الى نور
يسطع مثل العمود من السماء
الى الاجانة ورايت طيراً بيضاء
تترفف حولها

الطبري ۶: ۳۳

ابن اثير ۴: ۸۰

دربار یزید میں

ابن زیاد کے قصر امارت کے بعد اسیران کربلا کا یہ قافلہ جب دمشق میں یزید کے دربار میں پہنچا تو وہ بد بخت اس وقت مسند شاہی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس بد بخت نے امام عالی مقام کی دندان مبارک پر اپنی چھڑی ماری اور اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ تھا کہ آج ہم نے بدر میں اپنے مقتولین کا بدلہ لے لیا ہے اس بد بخت نے اپنے اندر چھپے ہوئے کفر کو ظاہر کر دیا۔ (ابن زیاد کے دربار میں بھی اس قسم کے واقعات پیش آئے تھے) یہ منظر دیکھ کر دربار یزید میں موجود ایک صحابی اٹھے اور یزید کو اس حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی فرمایا: خدا کی قسم میں نے اپنی آنکھوں سے مصطفیٰ ﷺ کو ان لبوں کو چومتے ہوئے دیکھا ہے، دربار میں قیصر روم کا سفیر جو ایک عیسائی تھا بھی مسند نشین تھا اس نے یزید کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تم بد بخت اور بے ایمان ہو، تم نے اپنے پیغمبر کے نواسے کو شہید کر کے اس کا سرتن سے جدا کر دیا ہے اور اب اپنی چھڑی سے اس مقدس سر کی بے حرمتی کر رہے ہو، میں مذہباً عیسائی ہوں ایک علاقے میں ہمارے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سواری کے پاؤں کے کھر ہیں، ہم نے انہیں محفوظ کر لیا ہے خدا کی قسم ایک مدت گزر جانے کے بعد بھی ہم اس سواری کے نعل کی عزت

کرتے ہیں جس طرح تم اپنے کعبہ کی عزت کرتے ہو۔ ہم اپنے نبی کی سواری کے قدموں کا یہ احترام کرتے ہیں، ہر سال اس نعل کی زیارت کرتے ہیں اس کا ادب کرتے ہیں۔ بد بختو! تم اپنے پیغمبر کے شہزادے کے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہو.....! لعنت ہے تمہارے عمل اور کردار پر، یزید سمجھ رہا تھا کہ حسین ؑ کو قتل کر کے اس نے بہت بڑا معرکہ سر کر لیا ہے اب اس کے جبر مسلسل کے سامنے کوئی دیوار بن کر کھڑا نہ ہوگا اب دین کی تحریف میں وہ آزاد ہوگا لیکن اس بد بخت کو یہ معلوم نہ تھا کہ یزیدیت جیت کر بھی ہار گئی ہے اور حسینیت بظاہر ہار کر بھی جیت گئی ہے۔

ابن زیاد کا انجام

مختار ثقفی کے لشکر کے سپہ سالار نے ابن زیادہ کا سر قلم کیا اور اسے نیزے پر چڑھا کر مختار ثقفی کے پاس بھیجا۔ بد بخت ابن زیاد کا سر مختار ثقفی کے سامنے رکھا تھا۔ ایک سانپ کہیں سے نمودار ہوا وہ مقتولین کے سروں کو سونگھتا رہا جب مختار ثقفی کے سر کے قریب پہنچا تو اس کے منہ میں داخل ہوتا اور ناک کے نتھنوں سے باہر آتا اور یہ عمل اس نے کئی بار دہرایا گویا زبان حال سے کہہ رہا تھا یزید یو! تمہارے چہروں پر لعنت بھیجتا ہوں۔ ابن زیاد قتل ہوا۔ یزید برباد ہوا لیکن حسین ؑ زندہ ہے اور قیامت تک حسین زندہ رہے گا۔ یزید مر گیا آج کوئی یزید کا نام بھی نہیں لیتا۔ کربلا میں آج حسین ؑ کی قبر بھی زندہ ہے۔ جبکہ دمشق میں یزید کی قبر بھی مردہ ہے وہاں ہر لمحہ لعنت برس رہی ہے لیکن ساری دنیا حسین ؑ کی قبر پر صلوٰۃ و سلام کے پھول نچھاور کر رہی ہے۔

شعور کربلا سے پیغام کربلا تک

شہادت حسین ﷺ کے بعد کائنات انسانی کو دو کردار مل گئے۔ یزیدیت جو بدبختی ظلم، استحصال، جبر، تفرقہ پروری، قتل و غارت گری اور خون آشامی کا استعارہ بن گئی اور حسینیت جو عدل، امن، وفا اور تحفظ دین مصطفیٰ ﷺ کی علامت ٹھہری، قیامت تک حسین بھی زندہ رہے گا اور حسینیت کے پرچم بھی قیامت تک لہراتے رہیں گے، یزید قیامت تک کے لئے مردہ ہے اور یزیدیت بھی قیامت تک کے لئے مردہ ہے، حسین ﷺ کی روح ریگ کر بلا سے پھر پکار رہی ہے..... آج سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی روح اجڑے ہوئے خیموں سے ہمیں صدا دے رہی ہے..... آج علی اکبر اور علی اصغر کے خون کا ایک قطرہ دریائے فرات کا شہدائے کر بلا کے خون سے رنگین ہونے والا کنارہ ہمیں آواز دے رہا ہے کہ حسین ﷺ سے محبت کرنے والو! حسینیت کے کردار کو اپنے قول و عمل میں زندہ کرو..... ہر دور کے یزیدوں کو پہچانو..... یزیدیت کو پہچانو..... یزیدیت تمہیں توڑنے اور تمہارے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لئے سرگرم عمل ہے، حسینیت تمہیں جوڑنے کے لئے ہے..... حسینیت اخوت محبت اور وفا کی علمبردار ہے، یزیدیت اسلام کی قدریں مٹانے کا نام ہے..... حسینیت اسلام کی دیواروں کو پھر سے اٹھانے کا نام ہے، یزیدیت قوم کا خزانہ لوٹنے کا نام ہے، حسینیت قوم کی امانت کو بچانے کا نام ہے..... یزیدیت جہالت کا اور حسینیت علم کا نام ہے..... یزید ظلم کا اور حسین امن کا نام ہے..... یزید اندھیرے کی علامت ہے اور حسین روشنی کا استعارہ ہے..... یزیدیت پستی اور ذلت کا نام ہے جبکہ حسینیت انسانیت کی نفع بخشی کا نام ہے.....

آئیے سب مل کر یزیدیت کے خلاف ایک عہد کریں اور وقت کے یزیدوں کے قصر امارات کو پاش پاش کر دیں، مسلمانو! یزیدیت کا تختہ الٹنے، ظلم و استحصال کا نام

و نشان مٹانے اور غریب دشمنی پر مبنی نظام کو پاش پاش کرنے کے لئے اٹھو اپنے اندر
 حسینی کردار پیدا کرو اور کر بلائے عصر میں ایک نیا معرکہ بپا کرو ایک نئی وادی فرات کو
 اپنے لہو سے رنگین بنا دو اپنی جان اور اپنے اموال کی قربانی دے کر مصطفوی انقلاب
 کی راہ ہموار کرو تاکہ افق عالم پر مصطفوی انقلاب کا سوریا طلوع ہو اور حسین ؑ کے
 نام پر یزیدیت کا آخری نشان بھی مٹ جائے۔ دلوں کی سلطنت حسینی کردار کے
 ساتھ آباد کریں اور اپنی سرزمین کو یزیدی فتنوں سے یکسر پاک کر دیں۔ اس خطے کو ہم
 ایک بار پھر اہل بیت اور صحابہ کرام کی محبتوں کا مرکز و محور بنا دیں، فتنہ فساد، جنگ،
 قتل و غارتگری کی آگ کو بجھا کر حسین ؑ کے جلائے ہوئے چراغ امن سے اپنے
 ظاہر و باطن کے اندھیرے دور کریں اور سرزمین پاکستان کو امن کا گہوارہ بنا دیں کہ
 پاکستان ہماری ہی نہیں پوری ملت اسلامیہ کی امانت ہے۔ یہ خطہ دیدہ و دل عالم اسلام کی
 پہلی دفاعی لائن ہے۔ آئیے اسے اسلام کا ناقابل تسخیر قلعہ بنا دیں۔

مسلمانو! حسینی مشن کے چراغ جلانے اور حضور ﷺ کے عظیم صحابہ رضی

اللہ عنہم کے نقش قدم اجاگر کرنے کے لئے ہاتھ میں ہاتھ دے کر ایک ہو جاؤ یہی وقت
 کی آواز ہے کہ شیعہ سنی اکٹھے ہو کر عالم کفر کے خلاف ایک ہو جائیں۔ اپنے اندر کی
 نفرتوں کو مٹا دو، کدورتوں کو ختم کر دو اب ہمیں بستی بستی قریہ قریہ محبتوں کے چراغ
 جلانا ہوں گے۔ مدینے سے کربلا تک کے سفر میں قربانیوں کی ان گنت داستانیں
 بکھری ہوئی ہیں۔ ان داستانوں کو اپنا شعار بناؤ شعور کر بلا کو ہر سطح پر زندہ کرو تاریخ
 کر بلا ایک واقعہ نہیں ایک تحریک ہے۔ شعور کر بلا کو ایک عوامی تحریک بنا دو۔ شیعہ سنی
 بھائی بھائی ہیں انہیں بھائی بن کر اسلام کی سر بلندی کے لئے اور قوموں کی برادری میں
 اپنے کھوئے ہوئے مقام کے لئے ایک ساتھ جدوجہد کرنا ہوگی، دشمنان اسلام
 مسلمانوں کے اسی اتحاد سے خائف ہیں۔ اپنے قول و عمل سے انہیں بتا دو کہ ہم ایک ہیں؛

بانہوں میں بائیس ڈال کر قرون اولیٰ کے مسلمانوں جیسی اخوت اسلامی کا مظاہرہ کرو۔
 عالمی سامراج ہمیں فرقہ واریت میں الجھا کر ہمیں علم کی روشنی سے محروم رکھنا
 چاہتا ہے۔ علوم جدیدہ اور جدید ترین ٹیکنالوجی کو ہمارے لئے شجر ممنوعہ قرار دینا چاہتا ہے۔ وہ
 اپنے مذموم ارادوں کو اسی وقت پایہ تکمیل تک پہنچا سکتا ہے جب ہم اپنی اجتماعی قوت فرقہ
 واریت کی نذر کرتے رہیں گے۔ ہمارا اتحاد عالمی سامراج کی موت ہے۔ شعیہ اور سنی اٹھیں
 اور ہاتھ میں ہاتھ دے کر دشمنان اسلام کی سازشوں کو خاک میں ملا دیں۔ اٹھو! نفرتوں اور
 کدورتوں کے بت پاش پاش کر دو..... تاریخ کا رخ بدل دو..... عالم کفر کے
 خلاف سیسہ پلائی دیوار بن جاؤ اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو کہ یہی شعور کر بلا ہے
 یہی پیغام کر بلا ہے..... اس پیغام کی خوشبو کا پرچم لے کر نکلو کہ منزلیں تمہارے
 قدم چومنے کے لئے بے تاب ہیں۔

کتابیات

مطبع/سن اشاعت

مصنف/متونی

نمبر شمار نام کتاب

	منزل من اللہ	القرآن الکریم	۱
قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۸۱ھ	امام محمد بن اسمعیل بخاریؒ ۲۵۶ھ	صحیح البخاری	۲
قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۷۵ھ	امام مسلم بن الحجاج القشیریؒ ۲۶۱ھ	اصحیح لمسلم	۳
فاروقی کتب خانہ ملتان ۱۹۸۳ء	امام محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ ۲۷۹ھ	جامع الترمذی	۴
قدیمی کتب خانہ کراچی	امام احمد بن شعیب النسائیؒ ۳۰۳ھ	سنن النسائی	۵
مکتبہ امدادیہ ملتان	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ ۲۷۵ھ	سنن ابی داؤد	۶
قدیمی کتب خانہ کراچی	امام محمد بن یزید القزوینیؒ ۲۷۳ھ	سنن ابی ماجہ	۷
دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ	امام احمد بن حنبلؒ ۲۴۱ھ	مسند احمد بن حنبل	۸
دار الباز مکہ مکرمہ	امام ابو عبد اللہ محمد الحاکمؒ ۴۰۵ھ	المسند رک	۹
مطبعۃ الزہراء الحدیثہ موصل عراق	امام سلیمان بن احمد الطبرانیؒ ۳۶۰ھ	المعجم الکبیر	۱۰
مکتبہ العارف ریاض ۱۴۰۷ھ	امام سلیمان بن احمد الطبرانیؒ ۳۶۰ھ	المعجم الاوسط	۱۱
	امام سلیمان بن احمد الطبرانیؒ ۳۶۰ھ	المعجم الصغیر	۱۲
نعمانی کتب خانہ کابل	ولی الدین محمد بن عبد اللہ	مشکوٰۃ المصابیح	۱۳
در الکتاب العربی بیروت	امام علی بن ابی بکرؓ ھجرت ۸ھ	مجمع الزوائد	۱۴
دار المعاون للنشر بیروت ۱۴۰۶ھ	امام ابو یعلیٰ الموصلیؒ ۳۰۷ھ	مسند ابی یعلیٰ	۱۵
دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور	عبدالرحمان بن علی ابن الجوزیؒ ۵۹۷ھ	العلل الممتناہیہ	۱۶
دار المعرفۃ للطباعہ والنشر بیروت	امام محمد بن سعدؒ ۲۴۰ھ	الطبقات الکبریٰ	۱۷
مکتبہ المعارف بیروت ۱۹۷۷ء	حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ ۷۷۷ھ	البدایہ و النہایہ	۱۸